برصغیر کی سیرت نگاری میں فقہ السیرۃ کا اسلوب
(ایک تجزیاتی مطالعہ)

حافظ محمد نعیم *

اسلام کے دینی ادب کے حوالے سے برصغیر کی تاریخ پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس خطۂ ارض نے مختلف اسلامی علوم وفنون کی آبیاری اور ان کو بلندی وعروج تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے ۔قرآن ، حدیث ، فقہ، سیرت ، فلسفہ، علم الکلام، منطق ، تقابل ادیان، اسلامی تاریخ غرض یہ کہ کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس کو برصغیر کے اہل علم ودانش کی طرف سے بھرپور توجہ نہ ملی ہو اور پھر یہ کہ یہ دینی ادب کسی ایک زبان کے اہل علم وتحقیق تک محدود نہیں بلکہ برصغیر میں بولی جانے والی تمام اہم زبانوں میں علوم اسلامیہ کے حوالے سے نمایاں کام ہوا ہے جس کا اعتراف اور نشاندہی بہت سے محققین نے کی ہے۔(۱)

برصغیر کی علمی روایت و دینی ادب میں علوم وفنون کی مختلف اصناف میں سے جس صنف نے بھرپور توجہ حاصل کی وہ سیرت نگاری ہے مذکورہ صنف کی روایت برصغیر میں بہت پختہ اور قدیم ہے جس میں عقیدت ومحبت کا عنصر بھی ہمیشہ شامل رہا ہے۔ ذخیرہ ادب سیرت میں اس خطہ زمین کی کاوشیں ایک ایسے منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں جس کی روشنی سے پوری دنیا منور ہوئی۔ نظم ونثر سمیت علم و ادب کی تمام اصناف میں تذکار پیغمبر سیرت نگاران برصغیر کا طرۂ امتیاز ہے۔ برصغیر کی سیرت نگاری کی تاریخ پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابتدائی نقوش سیرت سے سیرت نگاری کے عہد عروج تک مختلف اسباب ومحرکات کے پیش نظر بہت سے اسالیب ومناہج اور رجحانات ومیلانات سیرت نگاری میں ملتے ہیں جو نہ صرف اپنے عہد کے سیاسی ، معاشی، معاشرتی ، تہذیبی، ثقافتی، تمدنی اور مذہبی حالات کے آئینہ دار ہیں بلکہ اپنے لکھنے والوں کے مزاج ، دلچسپیوں اور سوچنے کے انداز کا بھی پتہ دیتے ہیں۔

برصغیر میں وقائع سیرت سے احکام وعبر کا استنباط

برصغیر میں مختلف اسباب ومحرکات کے زیر اثر تشکیل پانے والی سیرت نگاری میں متنوع مناہج واسالیب اختیار کیے گئے جنہیں مؤرخانہ، مؤلفانہ، محدثانہ، متکلمانہ، مناظرانہ، ادیبانہ اور فقیہانہ اسالیب کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی۔سی۔ یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

مندرجہ بالا مناہج سیرت نگاری میں سے مؤخرالذکر اسلوب (فقیہانہ اسلوب) سیرت نگاری کا ایک ایسا اسلوب ہے جس میں سیرت کی محض تاریخی تفصیلات سے اعتناء نہیں کیا جاتا بلکہ وقائع سیرت میں پنہاں فقہی احکام، بصائر وحکم اور دروس وعبر وغیرہ کا استخراج کیا جاتا ہے عصر جدید میں مطالعہ سیرت کے اس انداز کو فقہ السیر ۃ کا نام دیا گیا ہے۔(۲)

مولانا عبدالمالک مجاہد کے مطابق:

> سیرت نگاری کے مختلف اسالیب میں ایک اسلوب وہ ہے جس میں واقعات سیرت کا احاطہ تو کیا ہی جاتا ہے، اس کے ساتھ واقعات سیرت پر تدبر کرنے کے بعد جو اہم نکات اور احکام و مسائل معلوم ہوتے ہیں، سیرت نگاری کے اس منفرد اسلوب میں ان اہم نکات کو بھی مناسب جگہ دی جاتی ہے۔ اصطلاح میں کتاب سیرت کے ایسے طرز نگارش کو فقۂ سیرت نگاری کہا جاتا ہے۔(۳)

فقہ السیر ۃ کی اصطلاح کا جہاں تک تعلق ہے تو اس اصطلاح کو لغوی و اصطلاحی ہر دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے فقہ السیر ۃ کا ایک معنی تو نبی کریم ﷺ کے احوال و آثار اور حیات و واقعات سے تعلق رکھنے والے علوم و فنون کا گہرا فہم و ادراک ہے جبکہ اصطلاحی معانی میں اس سے مراد واقعات سیرت سے شرعی احکام، مواعظ وحکم اور دروس وعبر کا استنباط ہے بیسویں و اکیسویں صدی کی کتب سیرت میں بھی یہ لفظ انہی اصطلاحی معنوں (یعنی واقعات سیرت سے فقہی احکام، مواعظ وحکم، دروس وعبر وغیرہ کے استنباط) کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ متقدمین و متاخرین کی امہات کتب سیرت میں باقاعدہ ''فقہ السیر ۃ'' کی اصطلاح استعمال نہیں ہوئی (جیسا کہ بیسویں صدی میں اسے باقاعدہ اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا) لیکن اس کے باوجود واقعات سیرت کے ضمن میں اخذ شدہ احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ ان کتب میں موجود ہے جو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشرت ومعیشت اور سیاست وحکمرانی سمیت زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتا ہے۔

متقدمین ومتاخرین کی کتب سیرت میں یہ استنباط حضور ﷺ کی زندگی کے تمام ادوار (زندگی قبل از بعثت ورسالت مکی دور، زندگی بعد از نبوت ورسالت مکی دور اور بعد از نبوت ورسالت مدنی دور) سے کیا گیا ہے۔ ان تینوں ادوار میں سے مدنی دور سے سب سے زیادہ احکام اخذ کیے گئے ہیں اور پھر مدنی دور میں جن امور سے زیادہ احکام کا استنباط کیا گیا ہے ان میں معاہدات، معاملات، غزوات وسرایا، مکاتیب وخطوط اور وفود وغیرہ سرفہرست ہیں۔

وقائع سیرت سے استنباط احکام وعبر کے حوالے سے اگر برصغیر کے مختلف ادوار کے تمام زبانوں میں لکھے گئے سیرتی ادب کا جائزہ لیا جائے تو یہاں چند کتب (جو کہ برصغیر کی مجموعی سیرت نگاری کے تناظر میں بہت کم تعداد ہے۔) ایسی ملتی ہیں جن میں مندرجہ بالا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ان کتب میں نبی کریم ﷺ کی حیات مقدمہ کی

تاریخی تفصیلات کے پہلو بہ پہلو واقعات سیرت سے استنباط کے درج ذیل اسالیب سامنے آتے ہیں:

۱۔ واقعات سیرت سے خالصتاً فقہی احکام کا اخذ و استنباط

۲۔ واقعات سیرت سے دروس وعبر، مصالح وحکم و بصائر ونصائح کا استنباط

۳۔ معاہدات، غزوات، مکتوبات سے فقہی، قانونی، بین الاقوامی اور عسکری وتنظیمی اصول وقوانین اخذ کیے گئے ہیں۔

اس ضمن میں تمام کتب کا احاطہ تو ممکن نہیں البتہ عربی، فارسی اور اردو کتب سیرت میں سے فقہ السیر ۃ کے حوالے سے درج ذیل کتب خاص اہمیت کی حامل ہیں

۱۔ مدارج النبوة .... شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۲۔ بذل القوة فی حوادث سنی النبوة .... مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی

۳۔ نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب.................................. حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی

۴۔ اصح السیر .... مولانا عبدالرؤف دانا پوری

۵۔ سیرة المصطفیٰ .... مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۶۔ پیغمبر انسانیت .... مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری

۷۔ ضیاء النبی .... پیر محمد کرم شاہ الازھری (۴)

مذکورہ فہرست کو حتمی نہیں قرار دیا جا سکتا چونکہ ان کتب میں فقہ السیر ۃ کا اسلوب بہت نمایاں ہے اسی لیے ان کتب کو تفصیلی تعارف کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔

۱۔ مدارج النبوة۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ)

برصغیر کی ابتدائی کتب سیرت میں سے جن کتابوں کا شمار باقاعدہ سیرت نگاری کی صنف میں ہوتا ہے ان میں سے اکثریت ایسی کتابوں کی ہے جن پہ سوانحی انداز غالب ہے۔(۵) خصائل وشمائل، معجزات ومناقب ،فضائل وکمالات اور واقعات سیرت کی محض تاریخی تفصیلات کا بیان ان کا خاصہ ہے۔البتہ اس (اسلوب کے ساتھ ساتھ فقہ السیر ۃ کے)حوالے سے ہمارے سامنے ایک مثال ''مدارج النبوة'' از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ) کی صورت میں بزبان فارسی موجود ہے جس کو شیخ محمد اکرام نے برصغیر میں سیرت نبوی ﷺ کی پہلی مبسوط کتاب قرار دیا ہے(۶) جبکہ خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ

> ہندوستان میں مسلمانوں نے جو مذہبی لٹریچر پیدا کیا ہے اس میں مدارج النبوۃ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسول پاک کی اتنی جامع، مفصل اور مکمل سوانح حیات مرتب نہیں کی۔(۷)

آغاز کتاب میں عبدالحق محدث دہلوی سبب تالیف کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرچہ ایک عرصہ

سے دل و روح اور ذوق ایمانی سیرت مبارکہ پہ لکھنے کی خواہش رکھتے تھے لیکن جب بعض مغرور درویشوں کی طرف سے آپ ﷺ کے بلند وارفع مقام ومرتبہ کی پہچان اور آپ ﷺ کے حوالے سے حق اعتقاد میں کمی ہونے لگی اور لوگ جادۂ دین سے ہٹنے لگے تو اس صورت حال میں غافلوں کو غفلت سے بیدار کرنے، بے خبروں کو حقیقت حال سے آشنا کرنے، متلاشیان حق کی حق کی طرف رہنمائی کرنے اور عاشقوں کے ذوق وشوق کو برقرار رکھنے کے لیے اس کتاب کی تالیف ضروری ہوگئی۔(۸)

جہاں تک اسلوب فقہ السیر ۃ کا تعلق ہے تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں واقعات سیرت کے ضمن میں بہت سی فقہی بحثیں بھی چھیڑی ہیں اور سیرت مبارکہ کی تاریخی تفصیلات سے اعتناء کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے مستنبط ہونے والے بعض احکام ومسائل کو زیر بحث لائے ہیں۔ نیز موصوف نے فائدہ اور تنبیہات کے عنوانات کے تحت اسرار ورموز بھی بیان کیے ہیں پہلے حصہ میں مصنف نے آپ ﷺ کے شمائل و خصائص اور معمولات وغیرہ کے ضمن میں جن مسائل کے حوالے سے فقہی بحثیں کی ہیں ان میں:

خضاب لگانے سے متعلق علماء کی آراء، کھانے میں عیب نکالنے کا جواز، حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا مسئلہ، بیان طہارت میں علماء کے اختلاف کا ذکر، وضو میں پانی کی مقدار کے حوالے سے بحث، سر کا مسح، کانوں کا مسح، داڑھی میں خلال، موزوں پر مسح، مدت مسح خفین، تیمم، جمع بین الصلاتین، نماز جنازہ کے مسائل، غائب پر نماز جنازہ کے احکام جیسے عنوانات شامل ہیں جبکہ دوسرے حصہ، جو کہ باقاعدہ طور پر آپ ﷺ کی زندگی کے واقعات کی زمانی ترتیب پر مشتمل ہے، میں بھی مصنف نے مختلف واقعات کے تذکرہ کے ضمن میں بہت سے فقہی احکام سے بحث کی ہے اور ان سے متعلق فقہاء کی آراء اور ذاتی مسلک کا اظہار کیا ہے جن میں چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ غزوہ بنی المصطلق میں صحابہؓ نے جب آپ ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم عزل کرو یا نہ کرو جسے پیدا ہونا ہے پیدا ہو کر رہے گا''(۹) سے صاحب کتاب اس فرمان نبوی ﷺ سے یہ معنی نکالتے ہیں کہ

> از ینجا ہم معنی اباحت مفہوم میگردو ہم حرمت و مذہب درفقہ آنچنان قرار یافت کہ عزل ورامتہ جائز ست و درحرہ جائزہ نیست مگر باذن و در جاریہ منکوحہ مروی ست کہ جائز نیست مگر باذن مولی(۱۰)
>
> اس سے اباحت کے معنی بھی نکلتے ہیں اور حرمت کے بھی، اور فقہ میں مذہب یہ قرار پایا ہے کہ باندی میں تو عزل جائز ہے مگر حرہ (بیوی) میں اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور منکوحہ باندی کے بارے میں ہے کہ مولی کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔

۲۔　حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ غزوہ دومۃ الجندل کے سفر میں وفات پا گئیں تو انہوں نے اپنی والدہ کی طرف سے کچھ صدقہ دینے اور اس صدقہ کے ثواب کا اپنی والدہ کو پہنچنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ کا ثواب یقیناً ان کو پہنچے گا۔ مصنف نے اس نکتہ سے ثابت کیا ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے (۱۱)

۳۔　عکل اور عرینہ کے لوگوں نے اونٹ کا دودھ اور پیشاب حکم نبوی ﷺ کے مطابق پیا اور تندرست ہو گئے۔ مصنف نے یہاں پیشاب پینے کے حوالے سے مختلف فقہاء کے اقوال بیان کیے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نجس و حرام ہے لیکن حضور ﷺ کا فرمانا وحی کے ذریعہ اس قوم کے لیے مخصوص تھا جس سے تندرست ہو کر وہ اپنے حال پر آ گئے۔ (۱۲)

۳۔　صلح حدیبیہ کے حوالے سے مصنف نے علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ کیا نبی کے سوا عام مسلمانوں کے لیے مشرکوں کے ساتھ ایسی صلح کرنا جائز ہے کہ نہیں (۱۳) کیونکہ صلح حدیبیہ کی شرائط واضح طور پر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں اور قریش کی خواہشات کے مطابق معاہدہ کیا گیا تھا جو مسلمانوں میں اضطراب کا باعث بھی بنا۔

۴۔　حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ اور ان کے شوہر اوس بن الصامت بن قیس بن الصامت بن قیس بن اُصرم انصاری کے واقعہ ظہار اور کفارۂ ظہار میں حضرت اوسؓ کی غربت اور بدحالی کے پیش نظر آپ ﷺ نے ان کو خود کھجوریں دیں اور فرمایا کہ ان کھجوروں کو لے جاؤ اور فقراء میں تقسیم کر دو تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے سے زیادہ فقیر کسی کو نہیں جانتا اگر حکم ہو تو اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر تقسیم کر دوں؟ آپ ﷺ فرمایا ایسا ہی کرو۔ مصنف کے مطابق یہاں علماء میں اختلاف ہے کہ اگر صاحب کفارہ فقیر ہو تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے خود پر صرف کر لے اکثر ائمہ کا مذہب ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے اسی پر ہے کہ جائز ہے لیکن ہمارے (مصنف کے) نزدیک جائز نہیں حضور ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ اب تو تم اسے کھا لو آئندہ کفارہ دے دینا۔ (۱۴)

۵۔　اسی طرح مصنف نے غزوہ خیبر کے حوالے سے پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت، گھوڑوں کے گوشت کی حرمت، پیاز و لہسن کھانے کا حکم، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے احرام کے واجب یا واجب نہ ہونے سے متعلق بحث کی ہے۔

۶۔　مصنف نے فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر دیگر مسائل کے حوالے سے بھی اخذ و استنباط کیا ہے مثلاً ایام مرض میں آپ ﷺ کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے لیے خاص فرمانے کے عمل کے بارے میں صاحب مدارج النبوۃ کی رائے ہے کہ یہ اہل سنت و الجماعت کے لیے آپ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) کی تقدیم خلافت کی واضح دلیل ہے۔ (۱۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں صحاح ستہ، مستدرک امام حاکم، المواہب اللدنیہ، تاریخ طبری، فتح الباری، سفر السعادات، جمع الجوامع، روضۃ الاحباب اور دیگر بہت سی اہم کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اختلاف کی صورت میں شاہ صاحب متعدد روایتیں قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ فقہی مسائل میں علماء کی مختلف آراء کا ذکر کرتے ہیں کہیں کہیں اپنی رائے کا ذکر بھی کھل کر کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ ظہار میں مصنف کی ذاتی رائے اوپر گذر چکی ہے۔

۲۔ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (۱۱۰۴۔۱۱۷۴ھ)

برصغیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ کے بعد فقہ السیرۃ کے حوالے سے ایک اہم کتاب ''بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ'' بزبان عربی ہے جس کے مصنف مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ہیں(۱۶) مخدوم صاحب نے کتاب کو دوحصوں میں تقسیم کیا ہے حصہ اول میں بعثت سے مدینہ ہجرت تک کے تمام واقعات کا تذکرہ ہے اس حصہ میں ایک باب ہے جو کہ تیرہ فصول پر مشتمل ہے۔ حصہ دوم نبی کریم ﷺ کی ہجرت کی ابتداء سے لے کر وصال تک کے واقعات واحوال پر مشتمل ہے یہ حصہ تین مختلف ابواب پر حاوی ہے۔ پہلا باب ۲ھ سے ۹ھ تک کے غزوات نبوی ﷺ کا تذکرہ کرتا ہے دوسرے باب میں ۲ھ سے لے کر ۱۱ھ تک کے سرایا کا بیان ہے جبکہ حصہ دوم کا باب سوم سنہ ۱ھ کے واقعات سیرت سے سنہ ۱۱ھ کے واقعات سیرت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کتاب کے ان دوحصوں اور مجموعی طور پر چار ابواب (اور بیالیس فصول) میں سیرت مبارکہ کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے نیز فقہی احکام ومسائل اور استنباطات کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے مثلاً

۱۔ مخدوم ہاشم ٹھٹھوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حضور ﷺ کے ہاں رخصتی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رخصتی ہجرت کے سات ماہ بعد شوال میں ہوئی مصنف نے یہاں شرح النووی سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس رخصتیٔ عائشہ کی روشنی میں یہ امر اب مسنون ومستحب ہے کہ ہر مومن حضور ﷺ کے عمل کی اتباع کرتے ہوئے شوال میں ہی نکاح کرے اور ایسا کرنے سے رافضیوں کی شدید تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دوعیدوں کے درمیان نکاح اور رخصتی مکروہ ہے۔(۱۷)

۲۔ شہداء احد پر نماز جنازہ کے سلسلہ میں احناف اور شوافع کے اختلاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق علمائے احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی جبکہ شافعی علماء کا کہنا ہے کہ شہداء کی نماز جنازہ ادانہیں کی جائے گی۔(۱۸)

۳۔ حضرت خبیب کی قبل از شہادت دورکعت نماز کو ہر مسلمان قیدی کے لیے سنت قرار دیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ نماز ہر اس مسلمان کے لیے سنت ہے جو شہید کرنے کے لیے قیدی بنایا گیا ہو۔(۱۹)

۴۔ ۷ھ کے واقعات میں عمرۃ القضاء کے تذکرہ میں حضرت میمونہؓ کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس حوالے سے ائمہ شوافع و احناف کے اختلاف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ شافعی حضرات محرم کے لیے نکاح کی ممانعت کی طرف گئے ہیں جبکہ احناف اس کے قائل ہیں (کہ حالت احرام میں) نکاح ہوسکتا ہے مباشرت نہیں) مصنف یہاں احناف کے نقطہ نظر کی تائید کرتے نظر آتے ہیں (۲۰)

۵۔ ۹ھ میں ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ مصنف نے یہاں یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ افضل مفضول کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور اس میں شیعہ حضرات کا رد ہے جن کے نزدیک معصوم غیر معصوم کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھ سکتا (۲۱)

۶۔ ۹ھ کے واقعات کے ضمن میں ہی مصنف نے تذکرہ کیا ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے نماز فجر کے لیے وضو میں موزوں پر مسح کیا لہٰذا اس میں شیعہ حضرات کا رد ہے جن کا مؤقف یہ ہے کہ موزوں پر مسح سورہ المائدہ کی آیت سے منسوخ ہو چکا ہے مصنف کے نزدیک سورہ المائدہ ۵ھ میں نازل ہوئی جبکہ آپ ﷺ نے موزوں پر مسح ۹ھ میں فرمایا تو پھر متقدم سے متاخر کا نسخ کس طرح ممکن ہے۔ (۲۲)

۷۔ صاحب بذل القوۃ نے ۹ھ کے واقعات میں ہی تذکرہ کیا ہے کہ وقوف عرفات کے دوران ایک صحابی اپنے اونٹ سے گرے اور وفات پاگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا (اسے غسل دو اور کفن پہناؤ اور) ''اس کا سر اور چہرہ کفن سے نہ ڈھانپو اور نہ ہی اسے خوشبو لگاؤ'' یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔ (۲۳) مخدوم صاحب نے یہاں محرم کے لیے کفن کے حوالے سے احناف اور شافعی حضرات کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ شافعی حضرات آپ ﷺ کے قول کو عموم پر محمول کرتے ہوئے ہر محرم کے ساتھ ایسا (سر اور چہرہ نہ ڈھانپنے اور خوشبو نہ لگانے) کرنے کا حکم لگاتے ہیں جبکہ احناف کے نزدیک یہ حکم اس شخص کے لیے خاص تھا۔ مصنف یہاں احناف کے نقطہ نظر کی تائید کرتے ہوئے۔ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ محرم کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپو اور نہ محرم کو خوشبو لگاؤ بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا سر اور اس کا چہرہ نہ ڈھانپو اور اسے خوشبو نہ لگاؤ (لہٰذا اس روایت کو عموم پر محمول نہیں کیا جائے گا اور ہر محرم کے لیے ایسا نہیں کیا جائے گا۔ (۲۴)

(viii) عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھنے کے حوالے سے مصنف نے لکھا ہے کہ اس میں حکمت بالغہ تھی اور آپ ﷺ کے اس فعل سے متاثر ہوکر ایک ہزار منافق نے نفاق سے توبہ کر لی اور مخلص مومنین بن گئے۔ (۲۵)

مخدوم صاحب چونکہ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے اس لیے فقہی احکام و مسائل میں احناف کے نقطۂ نظر اور دلائل کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں نیز جہاں بھی موقع ملتا ہے دیگر فرقوں (مثلاً شیعہ اور روافض وغیرہ) کا رد بھی کرتے ہیں۔

۳۔نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب............مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳۔۱۹۴۳ء)

مولانا اشرف علی تھانوی کا شمار برصغیر کے مصلحین میں سے ہوتا ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی تھانوی صاحب کی زبان شریعت اور طریقت کی وحدت کی ترجمان تھی آپ کے قلم نے فقہ اور تصوف کو ایک مدت کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا نصف صدی تک ایک عالم ان کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ و ہدایت سے مستفید ہوتا رہا۔ انہوں نے اپنی تحریر وتقریر سے حقائق ایمانی، دقائق فقہی، اسرار احسانی اور رموز حکمت ربانی کو برملا فاش کیا اور اسی لیے دنیا نے ان کو حکیم الامت کہہ کر پکارا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اشرف زمانہ خطاب ان کے لیے عین حقیقت تھا حضرت کی تصانیف اور رسائل کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے(۲۶) اور''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب'' ان میں ایک خاص مقام کی حامل ہے جو کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارک کے واقعات اور آپ ﷺ کے خصائص وکمالات پر مشتمل ہے۔

جہاں تک اس کتاب کی وجہ تالیف کا تعلق ہے تو تھانوی صاحب کے بہت سے احباب و دوستوں کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ کی زندگی کے قبل از نبوت اور بعد از نبوت کے حالات صحیح روایات کی روشنی میں تحریر کر دیئے جائیں تا کہ لوگ شوق و رغبت کے ساتھ اطمینان سے پڑھ سکیں نیز نماز جمعہ میں یا گھر کی مستورات کو سامنے بٹھا کر حالات سیرت سنا دیئے جائیں نیز مختلف خطوط میں بھی فرمائش کی گئی کہ ان واقعات کے ضمن میں موقع موقع سے مناسب مواعظ وعبر بھی بڑھا دیئے جائیں پھر اس کتاب کے زمانہ تالیف کے وقت طاعون اور زلزلہ جیسی آفتیں ان علاقوں میں موجود تھیں تھانوی صاحب کے نزدیک کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کی تصنیف اور پڑھنے سے ان آزمائشوں سے نجات دلا دے جیسا کہ علماء امت ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح ومعجزات اور تکثیر سلام وصلوٰۃ سے توسل کرتے رہے۔(۲۷) کتاب ایک مقدمہ، اکتالیس فصول اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں وجہ تالیف و مصادر ومراجع کا تذکرہ ہے تھانوی صاحب نے دوستوں کے حسب فرمائش (تذکرۂ سیر واحوال، مناسب لطائف ونکات کا ذکر اور مواعظ ونصائح کے استخراج کی فرمائش کے تحت) کتاب کو تین ابواب میں تقسیم کر کے لکھنا چاہا لیکن طوالت کے باعث ایسا نہ کر سکے۔ (۲۸)

مولانا نے اکتالیس فصول میں نور محمدی کے بیان سے آغاز کر کے سیرت کے اہم واقعات کو زمانی ترتیب سے بیان کیا ہے نیز آپ ﷺ کے شمائل، اخلاق و عادات، (۲۹) معجزات، اسماء شریفہ اور ان کی مختصر تفسیر، خصائص، ماکولات ومشروبات ومرکوبات، اہل وعیال وخدام، آپ ﷺ کے عالم برزخ میں تشریف رکھنے کے احوال وفضائل، آپ ﷺ کے میدان قیامت کے مخصوص فضائل، جنت میں آپ ﷺ کے مخصوص فضائل، آپ ﷺ کی امت پر شفقت، امت کے ذمہ آپ ﷺ کے حقوق وادب واحترام، آپ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت، بوقت دعاء ذات

مبارکہ سے توسل ، زیارت فی المنام اور حضرات صحابہ و اہل بیت و علماء کی محبت وعظمت جیسے موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں جبکہ خاتمہ کتاب میں کتاب کی فصل سینتیس ،فصل انتالیس اور فصل چالیس سے متعلقہ مضامین بطور ضمیمہ جات شامل کیے گئے ہیں۔

تھانوی صاحب مواعظ و نصائح اور لطائف و نکات کو الگ الگ ابواب میں بیان کرنے کے ارادہ کو عملی جامہ تو نہ پہنا سکے لیکن سیر و احوال کے ضمن میں انہوں نے مواعظ و عبر اور نکات وغیرہ کا تذکرہ ''فائدہ'' یا ''فوائد حکمیہ'' کے عنوان سے کیا ہے تھانوی صاحب نے بہت سے مقامات پر ایسا کیا ہے لیکن خوف طوالت کے پیش نظر تمام مقامات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف واقعہ معراج کے ضمن میں اخذ کردہ احکام و فوائد حکمیہ پر نظر ڈال لی جائے تو کتاب کا اسلوب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

(i) مولانا نے واقعہ معراج کو (جو کہ کتاب کی سب سے تفصیلی فصل ہے اور مصنف نے اسے ''تنویر السراج فی لیلۃ المعراج'' کا نام دیا ہے) پچیس واقعات (روایات و اخبار) کے تحت بیان کیا ہے اور اس سے پچیس (۲۵) ہی فوائد حکمیہ اخذ کیے ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

(۱) احادیث معراج میں ذکر ہے کہ حضور ﷺ کا سینہ چاک کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف سے دیکھنا درست ہے۔

(۲) براق کو وہاں پہنچ کر باندھ دیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ امور میں احتیاط کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا خلاف توکل نہیں۔

(۳) جب جبرئیل علیہ السلام سے آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبرئیل نے جواب میں اپنا نام بتایا کہ جبرئیل ہوں یوں نہیں کہا کہ ''میں'' اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف ''میں'' کہنا اکثر اوقات پہچاننے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔

(۴) اس سے گھر میں اجازت طلب کر کے داخل ہونے کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے۔

(۵) حضرت ابراہیم بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے سر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لیے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

(۶) جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب پکڑی اور میکائل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام تھامی ۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ راکب اگر کسی مصلحت سے اپنے خدام سے ایسا کام لے یا کوئی محبت کرنے والا صرف اکرام و محبت سے یہ کام کرے تو اسے قبول کر لینا جائز ہے البتہ تکبر کے لیے نہ ہو۔

(۷) آپ نے بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی ۔اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا موجب

برکت ہے بشرطیکہ اس مقام سے کسی کی تعظیم مقصود نہ ہو۔

(۸) راستے میں آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے سلام کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب اور عابر کسی جالس و راجل کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اس کے لیے افضل ہے کہ راکب و عابر کو سلام کرے۔

(۹) آپ ﷺ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

(۱۰) آپ ﷺ بیت المقدس میں امام بنائے گئے۔اس سے ثابت ہوا کہ امامت قوم میں بہتر آدمی کی افضل ہے۔

(۱۱) آپ ﷺ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ کے سامنے حاضر کیے گئے۔اس سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے میں وسعت کرنا مہمان کے لیے جائز ہے۔

(۱۲) فرشتے حضور ﷺ کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لیے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو مذموم نہیں۔

(۱۳) جب آپ ﷺ آسمان پر پہنچے تو فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔اس سے معلوم ہوا کہ ضیف کے اکرام اور اظہار فرحت اس کے آنے پر مطلوب ہے۔

(۱۴) آپ ﷺ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا۔اس سے پتہ چلا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

(۱۵) حضرت موسیٰ نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ تخفیف عدد صلوۃ کی درخواست کیجئے۔اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا امر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی کیوں نہ ہو۔(۳۰)

مندرجہ بالا نکات تھانوی صاحب کی حکمت، بصیرت اور فقیہانہ مزاج کے آئینہ دار ہیں اور فقہ السیر ۃ کی عمدہ مثال ہیں مصنف نے مقدمہ کتاب میں مصادر و مراجع کا بھی تذکرہ کیا ہے جن سے اس کتاب میں استفادہ کیا گیا ہے مصادر و مراجع میں مشکوۃ، صحاح ستہ ،شمائل ترمذی، مواھب لدنیہ، زادالمعاد، سیرۃ ابن ہشام، الشمامۃ العنبر یہ فی مولد خیر البریہ، تاریخ حبیب الہ، قصیدہ بردہ اور الروض النظیف وغیرہ شامل ہیں۔مولانا نے بعض مقامات پر قصیدہ بردہ اور الروض النظیف سے اشعار بھی نقل کیے ہیں اور مقدمہ کتاب میں لکھا ہے کہ ''بعض بعض مقام پر شوق میں اشعار لکھ دیئے ہیں اگر مستورات کے مجمع میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو اشعار چھوڑ دیئے جاویں۔(۳۱)

۴۔ اصح السیرۃ: مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف دانا پوری (۱۸۷۴۔۱۹۴۸ء)

اصح السیر کا شمار برصغیر کی ایسی کتب سیرت میں ہوتا ہے جن پر بجا طور پر فخر کا اظہار کیا جا سکتا ہے مولانا

عبدالرؤف دانا پوری کی یہ کتاب علم وتحقیق کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مستند مصادر ومراجع کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے اور سیرت اور فقہ کے حسین امتزاج کی آئینہ دار ہے بقول علامہ سید سلیمان ندوی ''مولانا زمانہ کی ضرورت اور عصری خیالات وافکار سے پوری طرح آگاہ تھے اور ان علماء میں سے تھے جو قدیم علوم واعتقادات فقہ کو جدید خیالات وافکار سے تطبیق دینے کی قدرت رکھتے تھے۔'' (۳۲)

مولانا کے مطابق سیرت پر بہت لکھا گیا ''لیکن باوجود اس کے اب بھی یہ بہت مشکل کام ہے اور کثرت تصنیف ہی کثرت اختلاف کا باعث ہے جس کی وجہ سے حقائق کی تلاش اہل نظر ہی کرسکتا ہے دوسرا نہیں'' (۳۳)

سیرت رسول ﷺ کے باقاعدہ آغاز سے قبل مولانا نے ایک بہت علمی مقدمہ لکھا جس میں ماخذ سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے اصحاب حدیث اور اصحاب سیرت کی رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ سے اعتناء کی نوعیت کو واضح کیا نیز درایت اور عقل، گمراہی عقل اور نصاریٰ کے بعض اعتراضات کا رد کرتے ہوئے قدیم عرب، مختلف تمدنوں اور حکومتوں کا تذکرہ کیا ہے اور پھر باقاعدہ نسب رسول ﷺ سے آغاز کر کے واقعات سیرت کو بیان کیا ہے صاحب اصح السیر نے سیرت کی روایتی ترتیب (سنین کی بنیاد پر واقعات سیرت کا بیان) سے ہٹ کر ترتیب اپنائی ہے اور غزوات نبوی ﷺ پر خاص توجہ دیتے ہوئے پیش لفظ میں دعویٰ کیا ہے کہ مغازی کی جو ترتیب اس کتاب میں رکھی گئی ہے وہ اصح ترین ہے اور اہل علم اس کتاب میں کتاب المغازی کو جامع، مکمل اور بہترین ترتیب پر پائیں گے (۳۴) مصنف کا یہ دعوی کتاب کے عنوان ''اصح السیر'' سے بھی کسی حد تک جھلکتا ہے غزوات کے ضمن میں مولانا نے علامہ شبلی پر سخت تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ علامہ شبلی نے محض عیسائیوں کو مطمئن کرنے کے لیے غزوہ بدر کے حالات میں عجیب وغریب جدت کی اور تمام روایات صحیحہ کو ترک کر دیا۔ (۳۵) مولانا دانا پوری چونکہ فقہی مزاج رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ اصح السیر میں مباحث فقہ کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے موصوف نے واقعات سیرت کے ضمن میں استنباط مسائل کا بھرپور اہتمام کیا ہے مولانا مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> جن ضروری مسائل کا سیرت کے کسی خاص محل سے خاص تعلق تھا ان کو وہاں بتا دیا ہے اور بعض معرکۃ الآراء فقہی مسائل پر ایسی جامع، مکمل اور مبسوط بحث لکھ دی ہے کہ اہل انصاف کو انشاء اللہ اس مسئلہ خاص میں اشتباہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ (۳۶)

(i) مولانا نے غزوہ احد کے واقعات کے بعد شہداء کی تجہیز وتکفین، غسل، کفن اور نماز جنازہ کے متعلق احکام اور فقہاء کے اختلاف کا تذکرہ کیا ہے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھے جانے یا نہ پڑھے جانے کے حوالے سے مختلف فقہاء کا اختلاف نقل کرنے کے بعد حنفی نکتہ نظر کی تائید کرتے ہوئے نماز جنازہ پڑھے جانے کی طرف مصنف کا رجحان ہے۔ (۳۷)

(ii) ۴ھ میں واقعہ بئر معونہ کے ضمن میں قنوت نازلہ اور قنوت فی الفجر کے فقہی احکام کا تذکرہ کرتے ہوئے آئمہ کی آراء نقل کی ہیں اور لکھا ہے۔ کہ اگر تمام روایات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو اختلاف باقی نہیں رہتا۔(۳۸)

(iii) عکل اور عرینہ کے لوگوں کو آپ ﷺ نے بوجوہ اونٹ کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا مصنف نے استنباط کیا ہے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب پینا جائز ہے مولانا نے اس مسئلہ میں فقہاء کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے بعض کے نزدیک یہ حکم صرف انہیں کم بختوں کے لیے مخصوص تھا۔(۳۹) علاوہ ازیں ان لوگوں نے بدعہدی کی اور حضور کے راعی کو قتل کر کے اونٹ بھگالے گئے لیکن پکڑے گئے تو حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان کی آنکھوں میں سلائی پھیری جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ کر حرہ کے ریگستان میں چھوڑ دیا جائے مولانا نے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ مختلف ذنوب کے لیے متعدد سزاؤں کا جمع کرنا جائز ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محارب کے ہاتھ پیر ایک ساتھ قطع کرنا جائز ہے۔

(iv) غزوہ خیبر کے ضمن میں مصنف نے احکام فقہیہ کے عنوان کے تحت ممنوعات خیبر، قتال شہر حرام، تحریم لحوم الحمر الاھلیۃ، طہارت، متعہ کا حکم اور مخابرہ وغیرہ سے متعلق فقہاء کی آراء کی روشنی میں بحث کی ہے۔ خاص طور پر تحریم متعہ کے حوالے سے مولانا نے بہت عمدہ بحث کی ہے اور متعہ کی حلت وحرمت کے حوالے سے پائے جانے والے اشکالات میں بہت عمدہ تطبیق دی ہے۔(۴۰)

(v) عمرۃ القضاء کے بیان کے بعد نکاح محرم کی بحث لکھی ہے۔ اور جانبین کی روایات اور آراء (جواز وعدم جواز) کے بعد لکھا ہے کہ دونوں جانب روایات صحیحہ موجود ہیں لیکن خود ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ جب اختلاف ہو منع اور جواز میں تو حکم منع پر ہوگا (۴۱)

(vi) فتح مکہ کے واقعات کے بعد اراضی حرم کا حکم اور متعہ کی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مکہ عنوۃ فتح ہوا لیکن اس کے باوجود داراضی مکہ ومکانات مکہ کا حکم مختلف ہے۔

(vii) حجۃ الوداع کی بحث میں حج وعمرہ میں فرق اور حج کی قسموں کو زیر بحث لایا گیا ہے جو کہ فقہی رنگ سے بھرپور بحث ہے۔(۴۲)

(viii) کتاب الاموال کے عنوان کے تحت مصنف نے زکوۃ کے احکام، غنائم کے احکام، خمس کا مصرف، فئی کے اموال کا حکم، جزیہ، ہدایا وتحائف، عشر، اور خراج وغیرہ سے بحث کی ہے۔(۴۳)

(ix) کتاب میں حضور ﷺ کے بادشاہوں اور ملوک کے نام خطوط، خدام وموالی اور ازدواج مطہرات وغیرہ کا بھی ذکر ہے ازدواج مطہرات کے بیان کے بعد حجاب کی شرعی حیثیت پر بھی بحث کی گئی ہے۔

(x) عام الوفود ۸ ھجری میں ایک وفد صداء سے زیاد بن الحارث الصدائی کی قیادت میں حضورﷺ کے پاس حاضر ہوا جو سو آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ زیادؓ رسول اللہﷺ کے ساتھ بعض سفر میں بھی رہے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہﷺ کے ساتھ میں نے شب کے وقت سفر کیا۔ میں قوی آدمی تھا اس لیے اور لوگ تو متفرق ہو جاتے تھے مگر میں برابر ساتھ رہتا تھا، چلتے چلتے صبح کا وقت ہو گیا تو حضورﷺ نے فرمایا کہ اذان دو۔ میں نے اونٹ ہی پر اذان دی، اور پھر چلتے رہے، ایک جگہ حضورﷺ اترے اور حاجت ضروری کے لیے گئے، جب واپس آئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس پانی ہے میں نے کہا کہ ہاں تھوڑا سا ہے، کہا کہ لاؤ، تو میرے پاس جو کچھ پانی تھا وہ میں نے آپ کے ظرف میں دیدیا، اتنے میں اور اصحاب بھی آ گئے، آپ نے اپنی ہتھیلی اس پر رکھی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے بیچ سے چشمہ کی طرح پانی نکل رہا تھا، پھر آپ نے وضو کیا، اور فرمایا کہ پکار دو کہ جس کو وضو کرنا ہو وہ آ کر وضو کر لے، حتیٰ کہ تمام صحابہ نے آ کر وضو کیا، اس کے بعد بلال آئے اور چاہا کہ اقامت کہیں۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ اخو صداء نے اذان کہی ہے، اور جو اذان کہے وہی اقامت بھی کہے، تب میں نے اقامت کہی اور رسول اللہﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہی زیاد ابن الحارثؓ الصدائی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہﷺ سے استدعا کرتا تھا کہ مجھ کو میری قوم کا امیر بنا دیجئے، اور تحریر لکھ دیجئے تاکہ صدقہ وصول کر سکوں۔ حضورﷺ نے مجھ کو امیر بھی بنا دیا اور تحریر بھی لکھ کر دیدی، لیکن اس وقت جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی، اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ: ''مسلمان کے لیے امارت میں خیر نہیں ہے۔'' پھر ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ: ''یا رسول اللہﷺ مجھ کو صدقہ میں سے کچھ عنایت فرمائے۔'' حضورﷺ نے فرمایا کہ: ''صدقہ کی تقسیم کو خدا نے نہ اپنے فرشتہ مقرب پر چھوڑا ہے نہ نبی مرسل پر، اس کے آٹھ حصے مقرر کر دیئے ہیں اگر تم ان میں سے ہو تو ہم تمہیں دیں، اور اگر تم غنی ہو تو یہ سر کا درد ہے اور پیٹ کی بیماری ہے۔'' میں نے جب یہ دونوں باتیں سنیں تو کہا کہ: ''یا رسول اللہ! یہ آپ کی تحریر حاضر ہے واپس لے لیجئے۔'' حضورﷺ نے فرمایا کہ: ''کیوں؟'' میں نے کہا کہ: ''آپ نے فرمایا کہ مسلم کے لیے امارت میں خیر نہیں ہے اور میں مسلم ہوں، اور آپ نے فرمایا کہ غنی کے لیے صدقہ صداع راس اور داءبطن ہے اور میں غنی ہوں۔'' حضورﷺ نے فرمایا کہ: ''ہاں بات وہی ہے جو میں نے کہی ہے اور تحریر واپس لے لی۔'' پھر کہا کہ: ''اچھا اپنی قوم کے کسی اور شخص کو بتاؤ جس کو عامل بناؤں۔'' چنانچہ میں نے ایک شخص کا نام بتا دیا اور حضورﷺ نے اسی کو عامل مقرر کر دیا۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ: ''یا رسول اللہ! ہم لوگوں کا ایک کنواں ہے وہ جاڑے کے لیے کافی ہے مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس لیے سب لوگ منتشر ہو جاتے ہیں، اسلام ابھی ہم لوگوں میں بہت قلیل ہے اور منتشر ہونے میں خطرہ ہے اس لیے ہم لوگوں کے کنواں کے لیے خدا سے

دعا کیجئے۔'' آپ ﷺ نے سات کنکریاں طلب کیں، ان کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر ملا اور پھر دیدیا، اور فرمایا کہ: خدا کا نام لے کر ایک ایک کنکری اس کنواں میں ڈال دیجیو۔'' زیاد صدائی کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا، اوراس کے بعد سے آج تک اس کے پانی کی گہرائی کا ہم کو اندازہ نہ ملا۔(۴۴)

مولانا لکھتے ہیں کہ اس قصہ سے بعض مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور بعض فوائد معلوم ہوتے ہیں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں:

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ سواری پر اذان جائز ہے جیسا کہ صدائی نے دی۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ فوج جب کوچ کی حالت میں ہو تو یہ جائز ہے کہ ایک مقام پر اذان کہی جائے اور اس کے بعد سفر جاری رکھا جائے، اور نماز آگے بڑھ کر کسی مقام میں پڑھی جائے۔

(۳) اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت کہے کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت بلال کو روک دیا اور صدائی نے اذان کہی تھی انہیں کو اقامت کے لیے کہا اور یہ بھی فرمایا کہ جو اذان کہے وہی اقامت کہے، مگر اس کے خلاف بھی جائز ہے۔ مسند امام احمد میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے اذان کہی، اور اقامت حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہی، چونکہ حضرت عبداللہ بن زید نے خواہش ظاہر کی۔ حضور ﷺ نے ان کو اقامت کہنے کی اجازت دیدی۔(۴۵)

(۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص امارت کا سوال کرے اس کو امیر بنانا جائز ہے۔ زید بن الحارث الصدائیؓ نے اپنی امارت چاہی اور حضور ﷺ نے ان کو امیر بنا دیا۔ اور یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو اپنا عامل نہیں بناتا جو خود امارت کا خواہشمند ہوتا۔(۴۶) اس لیے کہ جو شخص اپنے حظ نفس کے لیے امارت چاہے وہ نہیں بنایا جا سکتا، لیکن جو شخص مصالح عامہ اور خدمت خلق کے لیے محض نیک نیتی سے اس کی خواہش ظاہر کرے وہ یقیناً اس کا مستحق ہے اور امام اس فرق کو دریافت کر سکتا ہے کہ اس کی نیت کیسی ہے۔

(۵) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم عمال کی شکایت امام تک پہنچانا جائز ہے، کیونکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کھڑے ہو کر اپنے عامل کی شکایت کی، حضور ﷺ نے نہ اس کو منع کیا نہ ناخوشی ظاہر کی۔

(۶) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امارت اور ولایت کا ترک کرنا ایک مومن کے لیے اس کے قبول کرنے سے بہتر ہے، جیسا کہ زیاد صدائیؓ نے کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ دینے کے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ طالب مصرف صدقہ ہے یا نہیں، حضور ﷺ نے طالب صدقہ سے اسی لیے دریافت کیا، اس قصہ میں ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرف (طرح) پانی نکلا، اور تھوڑا سا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ جیش کے تمام لوگوں

نے اس سے وضو کیا۔ یہ معجزہ حضورﷺ سے بہت دفعہ ظاہر ہوا ہے، مختلف مقامات میں اور بہت سے صحابہ نے دیکھا ہے، مگر ہر دفعہ یہ ہوا کہ پہلے سے تھوڑا پانی تھا، یا حضورﷺ نے تھوڑا پانی کسی سے لے لیا اور اس میں ہاتھ دیا تو وہ اس کی برکت سے بہت زیادہ ہو گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خشک برتن سے پانی ظاہر ہوا ہو۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اس کی وجہ بیان کرنے میں ایک عجیب نکتہ لکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مطلق پانی نہ ہونے کی صورت میں پانی کا پیدا کرنا تخلیق کی صفت ہے، اور وہ صفت خدا کے لیے مخصوص ہے، اور پانی میں زیادتی برکت ہے جو حضورﷺ سے ظاہر ہوئی۔ واللہ اعلم (۴۷)

فقہی مسائل کے ضمن میں مولانا نے معتدل انداز اختیار کیا ہے بنیادی مصادر و مراجع سے رجوع کیا ہے۔ حنفی ہونے کے باوجود بعض مقامات پر فقہ حنفی کی رائے کو ترجیح نہیں دی جیسا کہ نکاح محرم کے ضمن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

۵۔ سیرۃ المصطفیٰ۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۸۹۹۔۱۹۷۴ء):

واقعات سیرت سے فوائد و لطائف، اسرار و حکم، نکات مفیدہ، دروس و عبر، معارف و لطائف اور فقہی احکام و مسائل کے استنباط کے حوالے سے برصغیر کی کتب سیرت میں سیرۃ المصطفیٰ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی نمایاں مقام کی حامل ہے مولانا نے احادیث مبارکہ کی بنیاد پر سیرت نگاری کا محدثانہ اسلوب اپنایا ہے اور ان حضرات پر سخت تنقید کی ہے جو فلسفہ جدیدہ اور یورپ کے فلاسفروں سے متاثر ہو کر آیات و احادیث کو توڑ مروڑ کر فلسفہ اور سائنس کے مطابق کرنا چاہتے ہیں اور معجزات و غزوات نبویﷺ کے بیان میں معذرت خواہانہ رویہ و اسلوب اختیار کرتے ہیں (مولانا کا اشارہ سرسید کی طرف ہے نیز شبلی نعمانی پر تو مولانا نے کتاب کے کئی مقامات پر باقاعدہ نام لے کر تنقید کی ہے اور ان کے مؤقف کی کمزوری کو ظاہر کیا ہے)

سیرۃ المصطفیٰ سیرت نبویﷺ کے مباحث کے حوالے سے ایک ضخیم کتاب ہے کتاب کی تین جلدیں پاکستان کے قیام سے قبل (۱۳۵۸ھ/۱۹۴۱ء میں) شائع ہوئیں جبکہ چوتھی جلد ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی (۴۸) موجودہ دور میں اس کے کئی ایڈیشنز مختلف اداروں سے طبع ہو چکے ہیں۔

مولانا نے کتاب کے آغاز میں ایک عمدہ مقدمہ لکھا ہے جس میں سیرت طیبہ کی ضرورت و اہمیت بیان کی ہے نیز محدثین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو اپنا استاذ قرار دیا ہے اور حضرات محدثین کے اصول و قواعد کی پابندی اور اتباع کو اپنے اوپر لازمی ٹھہرایا ہے نیز مصنف نے بعض ہم عصر سیرت نگاروں کی مغرب، سائنس اور فلسفہ سے مرعوبیت کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ایک ایسی سیرت کی کتاب لکھنے کی بات کی ہے جو تمام قسم کی تاویلات سے پاک ہو۔ (۴۹)

لطائف و معارف اور فقہی احکام و مسائل کے حوالے سے مولانا کی کتاب ممتاز مقام کی حامل ہے مولانا

نے واقعات سیرت سے بہت سے علمی نکات ،فوائد لطیفہ اور احکام و مسائل اخذ کیے ہیں ۔

(i) مصنف نے بدء الوحی اور تباشیر نبوت کے بیان کے بعد فوائد و لطائف کے عنوان کے تحت بیس(۲۰) نکات لکھے ہیں جو کہ بہت عمدہ ہیں اور مصنف کی استنباطی صلاحیت کے آئینہ دار ہیں ان میں سے چند اہم اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

(۱) غار حرا میں جاتے وقت آپ ﷺ کا توشہ لے جانا اس کی دلیل ہے کہ کھانے اور پینے کا انتظام توکل کے منافی نہیں۔(۵۰)

(۲) غار حرا کی خلوت و عزلت میں آپ کبھی کبھی گھر تشریف لاتے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اصحاب خلوت و عزلت کے لیے انقطاع کلی مناسب نہیں اہل و عیال کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے۔

(۳) جو شخص کسی غار یا پہاڑ میں خلوت اور عزلت کا ارادہ کرے اس کو چاہیے کہ اہل خانہ کو مقام خلوت سے ضرور مطلع کر دے تاکہ ان کو تشویش نہ ہو اور عندالضرورت اس کی خبر گیری کر سکیں۔

(۴) حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی اور مہمانداری اور سخاوت اور ہمدردی کی وجہ سے دنیا میں بھی انسان آفتوں سے مأمون و مصئون رہتا ہے۔(۵۱)

(۵) حضرت خدیجہؓ کا آپ کی تسلی کے لیے آپ کے محاسن اور کمالات کا ذکر کرنا اس کی دلیل ہے کہ کسی کے واقعی اور نفس الامری محاسن اور کمالات اس کے منہ پر بیان کرنا بشرطیکہ ممدوح کا اعجاب اور خود پسندی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے۔(۵۲)

(۶) نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلے اس واقعہ (نزول وحی) کا حضرت خدیجہ سے ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان پر اگر کوئی اہم واقعہ پیش آئے تو اگر اس کے اہل خانہ دیندار اور سمجھدار ہوں تو سب سے پہلے ان سے تذکرہ کرے۔اور بعد میں جو اہل علم اور اہل فہم ہوں ان سے ذکر کرے۔

(۷) حضرت خدیجہ کا اس واقعہ کو سن کر آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا اس امر کی دلیل ہے کہ جب کوئی نادر واقعہ پیش آئے تو علمائے ربانیین پر پیش کرنا چاہیے۔

(۸) اہل علم کی خدمت میں کسی کے توسط سے حاضر ہونا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہؓ کے توسط سے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔

(۹) چھوٹا اگرچہ مرتبہ میں بڑا ہو مگر بڑی عمر والے کے لیے یہ جائز ہے کہ مخاطبت میں اپنے سے کم عمر والے کے لیے وہی الفاظ استعمال کرے جو اصاغر کے لیے کہے جاتے ہیں جیسا کہ ورقہ نے باوجود آپ کو نبی اور رسول

ماننے کے آپ ﷺ کو یا ابن اخی کہہ کر خطاب کیا۔

(۱۰) ورقہ بن نوفل کا اس وقت یہ کہنا کہ کاش میں اس وقت قوی اور توانا ہوتا جبکہ آپ ﷺ کی قوم آپ کو وطن سے نکالے گی یہ اس کی دلیل ہے کہ انسان کو کسی خیر کی تمنا جائز ہے اگر چہ اس خیر کے حصول کی امید نہ ہو۔

(۱۱) ورقہ کے جواب میں آپ کا یہ فرمانا ''أو مخرجی هم'' کیا یہ لوگ مجھ کو مکہ سے نکالیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن کی مفارقت حضرات انبیاء پر بھی شاق ہے۔(۵۳)

(ii) مصنف ایمان ابوطالب کے قائل نہیں (۵۴) ان کی وفات اور دفن کے بیان کے بعد مندرجہ ذیل مسائل اخذ کرتے ہیں۔

(۱) جب حضرت علیؓ ابوطالب کے دفن سے فارغ ہوئے تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ''اغسل'' غسل کرلو۔ اسی بنا پر فقہاء اور علماء کا یہ قول ہے کہ کافر و مشرک کی تجہیز و تکفین کے بعد غسل کرنا مستحب ہے جیسا کہ اور احادیث میں بھی آیا ہے۔

(۲) اسی حدیث سے ائمہ مجتہدین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ نے دفن کافر کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

(۳) نیز فقہاء نے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا اس لیے کہا کہ ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔(۱) طالب، (۲) عقیل، (۳) جعفر، (۴) علیؓ۔ ابوطالب کی میراث فقط طالب اور عقیل کو ملی جو باپ کے طریقہ پر تھے اور علی اور جعفر کو نہیں ملی کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔(۵۵)

(iii) ہجرت میں عبداللہ بن اریقط کی رستے کے حوالے سے رہنمائی کے بارے میں مصنف کا نکتہ نظر یہ ہے کہ یہ واقعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اگر کافر قابل اطمینان ہو تو اجرت دے کر اس سے خدمت لینا جائز ہے۔(۵۶)

(iv) مسجد نبوی کی تعمیر اور تعمیر حجرات برائے ازدواج مطہرات کے ضمن میں مسجد میں نماز جنازہ کی بحث بھی مصنف نے چھیڑی ہے اور لکھا ہے کہ ''مسجد نبوی'' کے متصل ایک جگہ مخصوص تھی آپ کا مستمر معمول تو یہی تھا کہ آپ مسجد میں جنازہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے بعض مرتبہ کسی عارض کی وجہ سے آپ نے صلوٰۃ جنازہ مسجد میں پڑھی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔(۵۷)

(v) مولانا نے غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اور صلح حدیبیہ کے واقعات سے بہت سے مسائل اور اسباق اخذ کیے ہیں۔

(۱) غزوہ بدر کے مقتولین سے آپ ﷺ کے خطاب سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ میت بھی سنتی ہے جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مسلک ہے۔(۵۸)

(۲) غزوہ احد کے تذکرہ میں بیماری میں دوا کرنے کا جواز، جنگ میں عورتوں کی شرکت اور اس کا حکم، نماز باجماعت میں عورتوں کی حاضری کی شرائط، صاحب ثروت غیر شادی شدہ عورت کے حج کا حکم اور ہسپتالوں میں عورتوں کا غیر مردوں کی تیمارداری کرنے کی حرمت جیسے مسائل زیر بحث لائے گئے ہیں۔(۵۹)

(۳) غزوہ احزاب میں خندق کی کھودائی سے مصنف استدلال کرتے ہیں کہ جہاد میں کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے (کیونکہ خندق کھود کر جنگ کرنا اہل فارس کا طریقہ تھا) اور اسی طرح کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے۔(۶۰)

(۴) صلح حدیبیہ سے کاندھلوی صاحب نے فوائد و لطائف اور مسائل و احکام کے عنوان کے تحت سولہ(۱۶) نکات اخذ کیے ہیں جن میں سے چند ایک بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

☆ بادشاہ اسلام اور ذی رائے مسلمان اگر کافروں سے صلح کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور مصلحت سمجھیں تو صلح کر لینا جائز ہے ایسی صلح بھی معنیً جہاد ہے کیونکہ مقصود جہاد سے کفر اور کافروں کے شر کو دفع کرنا ہے جو معنیً اس صلح سے حاصل ہے۔

- عندالضرورت کافروں سے بلا معاوضہ، مال دے کر اور مال لے کر تینوں طرح صلح کرنا جائز ہے۔
- اہل اسلام اور اہل کفر میں جب کسی مدت معینہ کے لیے صلح طے پا جائے تو اس کا لکھ لینا مناسب ہے۔
- عہدنامہ کی دو نقلیں ہونی چاہئیں تا کہ ہر فریق کے پاس ایک ایک نسخہ محفوظ رہے۔
- اور ہر ایک نقل پر فریقین کے سر برآوردہ لوگوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔
- جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئے تو اس کا نکاح شوہر سے فسخ ہو جاتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی مرد مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں چلا آئے تو اس کا نکاح اس کافرہ بیوی سے فسخ ہو جاتا ہے۔(۶۱)

(vi) قیصر روم کے نام نامہ مبارک کے متن سے خط لکھنے کے آداب اور شرعی احکام کے حوالے سے دس نکات بیان کیے گئے ہیں(۶۲) جو کہ بہت عمدہ ہیں۔

(vii) کتاب میں عورتوں کی بیعت کے احکام، غنائم خیبر کی تقسیم، شہر حرام میں قتال، خیبر کی اراضی کی تقسیم، حرمت متعہ، دوران سفر روزہ، صلاۃ الفتح، کافر پر نماز جنازہ جیسے احکام بھی مختلف واقعات کے ضمن میں زیر بحث لائے گئے ہیں۔

(viii) ازدواج مطہرات کے فضائل و مناقب اور تعارف کے مباحث کے دوران حجاب شرعی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور حجاب کے فوائد اور بے حجابی کے مفاسد گنوائے گئے ہیں۔(۶۳)

(ix) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وخصائل کے بیان میں لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بھی بیان کی گئی ہے یہاں صاحب کتاب نے تشبہ بالکفار کے حوالے سے ایک بحث "**التنبه علی مافی التشبه**" کے عنوان سے کی ہے جو بنیادی طور پر اقتضاء الصراط المستقیم ازابن تیمیہ اور التشبہ فی الاسلام از قاری حافظ محمد طیب کی کتاب سے ماخوذ ہے۔ مصنف نے تشبہ کی تعریف اور حقیقت بیان کی ہے موصوف نے تشبہ بالکفار کا جو حکم لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) تشبہ بالکفار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے۔

(۲) تشبہ بالکفار مذہبی رسومات میں حرام ہے

(۳) معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبہ مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے جیسے توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز اور موٹر اور مشین گن وغیرہ۔ (۶۴)

مولانا نے مسئلہ خلافت، امامت اور متعہ کے حوالے سے اہل تشیع حضرات کے مؤقف کی جا بجا کھل کر تردید کی ہے مصنف نے بنیادی ماخذ ومصادر سے کتاب کو ترتیب دیا ہے فقہی مباحث کے ضمن میں فقہاء کے زیادہ اختلاف نقل کرنے سے گریز کیا ہے بعض مقامات پر کتب فقہ کی طرف مراجعت کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مولانا عبدالرؤف کی کتاب سیرت اصح السیر سے اگر صرف فقہی مباحث کے حوالے سے سیرۃ المصطفیٰ کا تقابل کیا جائے تو دونوں کتابوں میں فقہی احکام ومسائل اور معارف و لطائف کو کافی بڑی تعداد میں اخذ کیا گیا ہے۔ فقہاء کے اختلاف اور مختلف آراء کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن فقہی مسائل کے بیان میں جس گہرائی اور تحقیقی انداز فکر کا رجحان مولانا دانا پوری کی کتاب میں ملتا ہے کاندھلوی صاحب کی کتاب میں مفقود ہے اور ڈاکٹر انور محمود خالد کا یہ بیان بھی محل نظر ہے کہ مولانا ادریس کاندھلوی نے حکیم صاحب (عبدالرؤف دانا پوری) سے زیادہ فقہی مسائل پر بحث کی ہے (۶۵) دانا پوری صاحب کی کتاب اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے کاندھلوی صاحب کی کتاب سے کم ہے لیکن فقہی مسائل، لطائف وفوائد اور دیگر معارف ونکات کے استنباط میں کسی طور کم نہیں۔ دانا پوری صاحب کی صرف کتاب الاموال پر نظر ڈالیں تو فقہی مسائل اور فروع فقہیہ کی بہت بڑی تعداد وہاں موجود ہے باقی کتاب میں بھی استنباط مسائل کسی طرح سے کم نہیں۔ بہرحال سیرۃ المصطفیٰ برصغیر کے سیرتی ادب میں بلند مقام کی حامل ہے اور اسلاف کی کتب سیرت کی عصر جدید میں نمائندگی کرتی نظر آتی ہے۔

۶۔ پیغمبر انسانیت: مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی (۱۹۰۱ـ۱۹۸۲ء)

برصغیر کے سیرتی ادب میں پیغمبر انسانیت کو بدقسمتی سے وہ مقام ومرتبہ نہ مل سکا جس کی یہ کتاب مستحق تھی

اگرچہ یہ کتاب روایتی انداز میں واقعات سیرت کی ترتیب کو مدنظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے مگر مصنف کا اسلوب بیان، تجزیہ اور حکیمانہ استدلال اس کتاب کو دیگر کتب سیرت سے الگ وممتاز کرتا ہے۔ آغاز میں مولانا حسن مثنی ندوی کا برصغیر کی سیرت نگاری کے حوالے سے ایک مفید علمی مقدمہ ''پاکستان و ہندوستان کے خادمان سیرت'' کے عنوان سے کتاب کا حصہ ہے۔

پیغمبر انسانیت کی خاص بات مصنف کا واقعات سیرت کے بیان کے بعد ''لمحہ فکریہ'' کے عنوان کے تحت مفید علمی نکات، دروس وعبر اور اسباق کا استنباط ہے اگرچہ بیشتر مقامات پر ''لمحہ فکریہ'' کا عنوان باندھ کر ایسا کیا گیا ہے مگر اس عنوان کے بغیر بھی دوران متن مصنف نے ایسا اسلوب اختیار کیا ہے۔

(i) آپ ﷺ کی ابتدائی دعوت اسلام کے خفیہ ہونے کے نقطہ نظر کے حوالے سے بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے اور اسے منصب نبوت و رسالت اور رسولوں کی سنت کے مخالف قرار دیا ہے (۶۶) مصنف نے اس کا بہت عمدہ جواب دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

سارے سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ تبلیغ دین تین سال تک خفیہ خفیہ ہوتی رہی، جس کا مرکز دارارقم بن ابی ارقم تھا۔ اہل اسلام اپنی نمازیں بھی پہاڑی گھاٹیوں میں یا دوسرے پوشیدہ مقامات میں ادا کرتے تھے۔ خفیہ تبلیغ کے متعلق یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ انداز اہل کفر کے خوف یا اہل اسلام کی بزدلی پر مبنی تھا؟ شجاعت و مردانگی اور حق پرستی کا تو یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ اول روز ہی سے اعلان حق کر دیا جاتا اور کسی طاقت سے کوئی خوف نہ ہوتا خواہ نتیجہ کچھ بھی ہوتا۔ ظاہراً تو صورت حال ایسی ہی نظر آتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ انداز خفا مبنی بر خوف نہ تھا بلکہ تقاضاے حکمت تھا۔ زندگی میں بے شمار مراحل ایسے آتے ہیں جب دو قدروں کا باہم ٹکراؤ ہو جاتا ہے اور وہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ کسی ایک کو مقدم اور دوسرے کو موخر کرنا پڑتا ہے اور اس تقدیم و تاخیر میں انسانی عقل و فراست امتحان میں پڑ جاتی ہے۔ انسانی زندگی میں محض خیر و شر ہی کی کش مکش نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات دو خیروں یا دو شروں کی کش مکش بھی اسی طرح سامنے آ جاتی ہے کہ کسی ایک ہی کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس وقت خیر کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ دو شروں میں کم تر کو اور دو خیروں میں انفع کو اختیار کر لیا جائے۔ حضور ﷺ کی بصیرت نے ان دو خیروں...... جرأت مندانہ اعلان اور حکیمانہ پوشیدگی...... میں انفع واصلح کو اختیار فرمایا۔ اظہار شجاعت کا موقع ہر وقت نہیں ہوتا۔ اگر اس کا بے موقع استعمال ہو تو یہ مردانگی ''تہور'' بن جاتی ہے۔ شجاعت و تہور میں وہی فرق ہے جو رحم اور بزدلی میں، سخاوت اور اسراف میں یا کفایت شعاری اور بخل میں ہے۔ (۶۷)

(ii) ہجرت مدینہ میں ایک غیر مسلم کو راز دار اور رہنما بنانے کے حوالے سے مصنف لکھتا ہے کہ عام اصول تو یہی

ہے کہ اپنے خاص معاملات میں غیر مسلموں کو شریک نہ کیا جائے لیکن اگر کسی کے طرز عمل اور دوسرے قوی قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ وقت معین تک راز دار رہے گا اور اس وقت کے بعد اگر افشا بھی ہو جائے تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا تو اس پر اعتماد کرنے میں کوئی قباحت نہیں زندگی میں ایسے مراحل بھی آ سکتے ہیں کہ ایک غیر مسلم کسی معاملے میں مسلمان سے زیادہ راز دار اور قابل اعتماد ثابت ہو۔ (۶۸)

(iii) قباء میں پہنچ کر جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تو پہچان نہ سکے کہ پیغمبر کون ہے اور ابوبکر صدیقؓ کون۔ مصنف کے نزدیک اس ایک چھوٹے سے واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک بہت بڑے پہلو پر روشنی پڑتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نشست و برخاست میں، طرز بود و ماند میں، اپنی معاشی زندگی میں، اپنے لباس و پوشاک میں غرض کسی بات میں بھی اپنے آپ کو افراد امت سے نمایاں اور ممتاز رکھنے کی کوشش نہ فرمائی۔ (۶۹)

(iv) قبیلہ بنولحیان کا سردار سفیان بن خالد سنہ ۴ ہجری میں مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا حضور نے ایک مختصر سی جماعت عبداللہ بن انیس کی سرکردگی میں روانہ کی۔ مصنف کے نزدیک اس جماعت کے بھیجنے سے ہمیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک خاص جنگی قدر یہ ملتی ہے کہ دفاع کے صرف یہی معنی نہیں کہ جب دشمن گھر کے اندر گھس جائے اور تلوار کی دھار گردن پر رکھ دے تب دفاع کے لیے اٹھو یہ بھی عین دفاع ہے کہ دشمن کا ہاتھ اٹھتے ہی اسے قلم کر دیا جائے۔ (۷۰)

(v) غزوہ بنو مصطلق کے سفر کے لیے ازدواج مطہرات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرعہ ڈالنے کے حوالے سے قرعہ اندازی کے جواز اور عدم جواز پر مصنف نے اچھی گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ قرعہ اندازی صرف وہیں ہوتی ہے جہاں ایک نوع کے مختلف افراد میں تساوی ہو اور وجہ ترجیح نظر نہ آتی ہو اگر عقلی یا نقلی وجہ ترجیح موجود ہو تو قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں۔ (۷۱)

(vi) مصنف نے مال فئے کی تقسیم/مصرف کا ذکر کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے جن کے مطابق بعد از وصال رسول رسول کا حصہ اور قرابت داران رسول کا حصہ یتامی، مساکین اور ابن السبیل پر صرف کیا جائے گا لیکن صاحب کتاب کے نزدیک رسول کے بعد جو بھی رسول کے مشن کو چلانے کی ذمے داری لے گا وہی حصہ رسول پانے کا حق دار ہو گا اور اس کے قرابت داروں کے لیے وہی حصہ ہو گا جو قرابت داران رسول کے لیے تھا۔ (۷۲)

(vii) مصنف نے نصب حجر اسود، ہجرت حبشہ، تعمیر مسجد نبوی، غزوہ الاحزاب میں خندق کی کھدائی، اور میثاق مدینہ و صلح حدیبیہ جیسے معاہدات سے عمدہ استنباط کیا ہے حضرت فاطمہ کو جہیز دینے کی روایت اور عصر حاضر میں اس

کے حوالے سے غلو پر بھی مصنف نے روشنی ڈالی ہے۔(۷۳)

(viii) فتح مکہ کے موقع پر سفر مکہ کے لیے جب مسلمان تیاری کر رہے تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے ایک خفیہ خط قریش کو لکھا جس میں مسلمانوں کی تیاری کی اطلاع تھی خط پکڑا گیا حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے معاف فرما دیا۔مصنف نے اس واقعہ سے کچھ قدریں اخذ کی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تعزیر و سزا محض ظاہری نوعیت جرم کو دیکھ کر متعین نہیں ہوتی کچھ خارجی احوال وظروف ایسے بھی ہوتے ہیں جو جرم کی سنگینی کو ہلکا کر دیتے ہیں یا معمولی جرم کو سنگین بنا دیتے ہیں۔

(۲) کسی کی پچھلی خدمات کو فراموش نہیں کرنا چاہیے ایک دو غلطیوں سے کسی کی ساری عمر کی نیکیاں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔

(۳) قاضی کو محض قانون تعزیز ہی پر نظر نہیں رکھنی چاہیے جرم کی خفت و سنگینی کا پورا لحاظ رکھنے کے علاوہ قاضی کا رجحان تعزیر سے بچانے کی طرف بھی ہونا چاہیے۔(۷۴)

حوالہ جات کا خاص اہتمام نہیں کیا گیا البتہ ایک مقام پر ہجرت سے قبل کے واقعات کے حوالے سے حواشی موجود ہیں جن میں حوالہ جات کی بجائے توضیحات زیادہ ہیں بعض مقامات پر مصنف کا ادیبانہ انداز قاری کے رگ و پے میں اتر جاتا ہے۔مجموعی طور پر کتاب بہت عمدہ ہے سیرت کو ایک منفرد انداز میں دیکھنے کی ایک اچھی کوشش ہے مولانا حسن مثنی ندوی کے بقول ''اپنی نوعیت کی ایک الگ کتاب ہے اسے جو باتیں ممتاز کرتی ہیں ان میں سب سے پہلی بات اس کا مخصوص نقطہ نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ہر ہر مرحلہ زندگی پر انسانی اقدار کی کتنی محافظت فرمائی ہے آں حضور ﷺ کو زندگی کے نازک ترین مراحل سے گزرنا پڑا ہے لیکن ہر موقع پر اس نصب العین کو پیش نظر رکھا کہ انسانیت کا سر بلند رہے۔(۷۵)

(vii) ضیاء النبی: پیر محمد کرم شاہ الازہری(۱۹۱۸۔۱۹۹۸ء):

ضیاء النبی آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ کے حضور ادبی انداز میں عقیدت ومحبت کے اظہار کا عمدہ نمونہ ہے جو محض عقیدت کا رنگ لیے ہوئے ہی نہیں بلکہ تحقیقی و علمی انداز میں پیش کیا گیا گلدستہ ہے ضیاء النبی پیر صاحب نے ایسے دور میں لکھی جب برصغیر میں کتب سیرت کے حوالے سے تصنیف و تالیف کی کثرت اور شاہکار موجود تھے لیکن اس کتاب کا منفرد انداز اس کی مقبولیت کا باعث بنا۔حضور ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کتاب کی سطر سطر سے جھلکتی ہے اور ادبی انداز تحریر اس اظہار عقیدت ومحبت کو اور ہی رنگ دیتا دکھائی دیتا ہے۔

اصح السیر اور سیرۃ المصطفیٰ کے مقابلے میں ضیاء النبی اگرچہ کہیں ضخیم ہے لیکن واقعات سیرت سے مسائل و احکام کے استنباط اور فقہی مباحث کے حوالے سے اس کتاب میں ویسا اہتمام نہیں کیا گیا جو کہ مذکورہ بالا دونوں کتابوں کا حصہ ہے لیکن اس کے باوجود پیر صاحب نے جہاں ضروری سمجھا فقہی مباحث کو چھیڑا ہے اور حالات وواقعات میں مضمر فقہی احکام، حکمتیں اور عبر ونصائح کو بیان کیا ہے۔

(i) مصنف نے غزوہ احد کے تفصیلی حالات (جو کہ جلد سوم کے صفحہ نمبر ۴۵۳ سے ۵۵۷ تک پھیلے ہوئے ہیں) کے بیان کے بعد "چند توجہ طلب اہم امور" کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل تین چیزیں بیان کی ہیں۔

(۱) فقہی احکام (۲) زہرہ گداز حالات میں مضمر حکمتیں (۳) شان شہداء

فقہی احکام کے سلسلے میں مصنف نے غزوہ احد سے فقہائے کرام کے اخذ کردہ دینی مسائل میں سے چند کا تذکرہ کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اسلامی مملکت کا سربراہ، جب ایک مرتبہ اعلان جہاد کر دے تو پھر میدان جہاد میں داد شجاعت دیئے بغیر اس اعلان کو واپس لے لینا درست نہیں۔ ورنہ دشمن کی نگاہوں میں مسلمانوں کی قوت وشوکت کا رعب باقی نہیں رہے گا۔ خود ملت اسلامیہ کا اپنے قائد کی قوت فیصلہ پر اعتماد اٹھ جائے گا۔

(۲) سربراہ مملکت کا فرض ہے کہ اعلان جہاد سے پہلے ایک بار نہیں ہزار بار سوچے اور پھر اعلان کرے لیکن اعلان جہاد کے بعد کسی قسم کی کمزوری دکھانا اس کی قوت فیصلہ کا بھرم کھول دے گا۔

(۳) جب دشمن حملہ آور ہو تو اپنے لیے میدان جنگ کا انتخاب کرنا ارباب حکومت کی صوابدید پر موقوف ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کھلے میدان میں نکل کر دشمن کو دعوت مبارزت دیں اور اگر مناسب سمجھیں تو شہر میں قلعہ بند ہو کر دشمن کے حملوں کو پسپا کریں۔

(۴) میدان جنگ کی طرف جاتے ہوئے وہ ہر راستہ کو استعمال کر سکتا ہے کسی علاقہ کا مالک اگر لشکر اسلام کو اپنے علاقہ سے گزرنے کی اجازت نہ دے تب بھی وہ گزر سکتا ہے۔

(۵) نابالغ لڑکے جوش جہاد سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو جہاد کے لیے پیش کریں تو جو جنگ کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہیں انہیں اجازت دے دے ورنہ انہیں واپس بھیج دے۔

(۶) مسلم خواتین ضرورت کے وقت جہاد میں حصہ لے سکتی ہیں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی، ان کی تیمارداری اور مجاہدین کو پانی پلانے کے فرائض انجام دے سکتی ہیں۔

(۷) جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو۔ کوئی مجاہد اس میں گھس کر داد شجاعت دے سکتا ہے۔

(۸) میدان جہاد میں جانے سے پہلے انسان اپنے لیے شہادت کی دعا مانگ سکتا ہے۔

(۹) مسلم مجاہد خودکشی کرے گا تو وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

(۱۰) شہداء کو وہاں ہی دفن کیا جائے جہاں انہوں نے شہادت پائی ہو۔

(۱) ایک قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفن کیا جاسکتا ہے۔ جو قرآن کریم کے زیادہ حصہ کا حافظ ہوگا اس کو سب سے آگے رکھا جائے۔(۷۶)

(ii) پیر صاحب نے ہر سال میں نافذ ہونے والے شرعی امور کا تذکرہ بھی کیا ہے جیسے تحویل قبلہ، ماہ رمضان کے روزے، صدقہ عیدالفطر، نماز عید کی ابتداء، فریضۂ زکوٰۃ، قانون قصاص و دیت وغیرہ۔(۷۷)

(iii) سفر حدیبیہ میں بعض صحابہ نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام نہیں باندھا تھا ان میں ایک ابوقتادہؓ بھی تھے مقام ابواء پر جو صحابہؓ حالت احرام میں تھے انہوں نے ایک جنگلی حمار دیکھا چونکہ وہ حالت احرام میں تھے، شکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی ابوقتادہؓ کو، جو کہ جوتی گانٹھنے میں مشغول تھے، بتا سکتے تھے ورنہ شکار میں اعانت کے مرتکب ہوتے اور کفارہ ادا کرنا پڑتا۔ اچانک ابوقتادہ نے خود ہی سر اٹھا کے اسے دیکھ لیا اور اس کو شکار کر لیا ذبح کیا اور پکایا اور دیگر صحابہ کو کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے تامل کا اظہار کیا حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی نے نہ تو اس جانور کی طرف اشارہ کیا اور نہ ابوقتادہؓ کی کوئی مدد کی تو وہ تمہارے لیے حلال ہے آپ ﷺ نے خود بھی شکار کا گوشت تناول فرمایا۔ پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے دو مسئلے معلوم ہو گئے۔

(۱) محرم کے لیے نہ شکار کرنا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے شکاری کی اس سلسلہ میں مدد کرنا جائز ہے۔

(۲) اگر غیر محرم شکار کرلے اور جس محرم نے اس سلسلہ میں اس کی امداد بھی نہ کی ہو وہ اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔(۷۸)

(iv) غزوہ خیبر کے ضمن میں گدھوں کے گوشت کی حرمت، خچر کے گوشت کی ممانعت اور جنگلی جانوروں اور درندوں کے گوشت کی حرمت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔(۷۹)

(v) آپ ﷺ نے خیبر فتح کرنے کے بعد اہل خیبر کو ان کی زمینوں پر کاشتکاری کی اجازت دی اور زرعی پیداوار نصف نصف بانٹنے کا معاہدہ کیا۔ شاہ صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کے اس طرز عمل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اپنی زرعی اراضی کا کاشتکاری کے لیے کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر دینا اسلام میں جائز ہے اگر مزارعت ناجائز ہوتی تو سرور کائنات ہرگز اس کی اجازت نہ دیتے۔(۸۰)

(vi) خیبر کے حوالے سے ہی مصنف نے متعہ کی حرمت اور متعہ کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے عمدہ

بحث کی ہے اور یہاں اہل تشیع حضرات کی کتب سے ہی حوالے نقل کرتے ہوئے ان کے حلت متعہ کے مؤقف کو رد کیا ہے۔(۸۱)

(vii) اسی طرح اراضی فدک کی تقسیم اور باغ فدک کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے اور حضرات شیخین پر اہل تشیع حضرات کی طرف سے وارد کیے جانے والے الزامات، کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کا حق سلب کیا، کو رد کیا ہے۔(۸۲)

(viii) جزیہ کی شرائط اور جزیہ پر اعتراضات کا جواب بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔(۸۳)

(ix) غزوہ ذات السلاسل میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ کی امارت میں تھے پیر صاحب کے نزدیک اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی طے ہو گیا کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو قائد بنایا جا سکتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ مفضول اس خاص مہم کو انجام دینے کے لیے افضل سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو۔(۸۴)

(x) وفد بلی کے تذکرہ میں، جو کہ مدینہ میں آ کر بطور مہمان ٹھہرا، مصنف نے اخذ کیا ہے کہ مہمان کی ضیافت تین دن تک ہے اس سے زیادہ صدقہ ہے نیز غنم ضالہ (گمشدہ جانور، بکری، اونٹ وغیرہ) کے ملنے اور اس کے شرعی احکام کا استنباط بھی اس وفد کے بیان سے کیا گیا ہے۔(۸۵)

ضیاء النبی میں قرآن، کتب احادیث، کتب سیرت، کتب تفاسیر اور کتب تاریخ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے انسائیکلوپیڈیاز، کتب ادب و لغت بھی پیر صاحب کی دسترس میں تھیں نیز مستشرقین کی کتب سے براہ راست استفادہ کرتے ہوئے اقتباسات نقل کیے گئے ہیں۔ پیر صاحب کی کتاب سیرت میں کتب تفاسیر کے حوالہ جات بکثرت ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف صاحب تفسیر ضیاء القران بھی ہیں، جو کہ ضیاء النبی سے پہلے لکھی گئی۔ فقہی مباحث کے بیان میں مصنف زیادہ پیچیدہ بحثوں میں نہیں الجھتے، سادہ اور مختصر انداز میں اپنا مؤقف بیان کرتے ہیں البتہ متعہ کی بحث اور باغ فدک کی بحث میں مصنف نے منفرد انداز اختیار کرتے ہوئے اور قدر طوالت سے کام لیتے ہوئے دلائل کا احاطہ کیا ہے اور اپنے مؤقف کی کھل کر وضاحت کی ہے لہٰذا یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ برصغیر کی سیرت نگاری کی تاریخ لکھنے والا مؤرخ ضیاء النبی کو کسی طور بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا فہرست حتمی نہیں دیگر کتب میں بھی اس اسلوب کی جھلکیاں مل سکتی ہیں لیکن ان کتب کے انتخاب کی وجہ ان میں فقہ السیر ۃ کے اسلوب اور رجحان کے واضح نظائر موجود ہونا ہے۔ علاوہ ازیں فقہ السیر ۃ کے حوالے سے عالم عرب کی جدید کتب سیرت کے اردو و انگریزی زبانوں میں تراجم بھی برصغیر کے اہل قلم حضرات کی بہت عمدہ کاوش اور فقہ السیر ۃ کے حوالے سے سیرتی ادب میں مفید اضافہ ہے۔(۸۶)

خلاصۂ بحث:

برصغیر کی سیرت نگاری میں فقہ السیرہ کے رجحان کے مجموعی جائزہ سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

(۱) فقیہانہ اسلوب سیرت نگاری (فقہ السیرۃ) برصغیر کی سیرت نگاری کے اسالیب میں سے ایک اہم اسلوب ہے جس کی جھلک تمام زبانوں (عربی، فارسی اور اردو وغیرہ) میں ملتی ہے۔

(۲) برصغیر میں واقعات سیرت سے استخراج احکام وعبر کے ابتدائی نقوش مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ از مخدوم ہاشم ٹھٹھوی وغیرہ کی کتب سیرت میں ملتے ہیں۔

(۳) فقہ السیرۃ کا اسلوب برصغیر کی سیرت نگاری میں اس قدر عام نہیں جتنا کہ عالم عرب کی جدید سیرت نگاری میں، عالم عرب میں خاص فقہ السیرۃ کے عنوان سے کتب سامنے آئیں لیکن برصغیر میں باقاعدہ عنوان کے تحت ایسی کتب موجود نہیں۔

(۴) فقہ السیرۃ کے ضمن میں متعارف کردہ کتب کا منہج واسلوب مجموعی طور پر ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔البتہ

(i) مدارج النبوۃ میں فقہی احکام کے پہلو بہ پہلو لطائف ومعارف بھی اخذ کیے گئے ہیں۔

(ii) بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ میں احکام ومسائل میں تقابلی انداز اختیار کرتے ہوئے مسلک شیعہ اور روافض وغیرہ کا رد کیا گیا ہے۔

(iii) اصح السیر، سیرۃ المصطفیٰ ﷺ اور ضیاء النبی کا زیادہ رجحان فقہی احکام کے استخراج کی طرف ہے۔

(iv) نشر الطیب اور پیغمبر انسانیت کے مؤلفین نے اسباق ونصائح، دروس وعبر اور بصائر وحکم کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔

(۵) تمام مسالک ومکاتب فکر کی کتب سیرت میں فقہ السیرۃ کا اسلوب پایا جاتا ہے۔جس میں اعتدال وتوازن کی مثالوں کے ساتھ ساتھ مسلکی رجحان کی طرف جھکاؤ کی جھلک بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

(۶) احکام ومسائل کے بیان واخذ واستنباط میں سیرت نگاروں کے ذرائع استدلال وہی ہیں جو فقہاء کے ہاں پائے جاتے ہیں۔قرآن وسنت، روایات سیرت واحادیث، قیاس واجماع اور دیگر ضمنی ذرائع سے اخذ واستنباط میں مدد لی گئی ہے۔

(۷) اخذ احکام کے حوالے سے واقعات سیرت کے انتخاب میں سیرت نگار حضرات کسی خاص اصول کے پابند نظر نہیں آتے اس امر کو سیرت نگاروں کی ذاتی دلچسپی اور مزاج کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۸) فقہ السیر ۃ بنیادی طور پر فقہ الحدیث سے اخذ کردہ فکر و خیال ہے۔اور کتب احادیث میں روایات سیرت سے اخذ واستنباط احکام اس کے اولین وابتدائی نقوش قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

(۹) فقہ السیر ۃ سے ایک طرف تو آپ ﷺ کی ذات اقدس کی تاریخی تفصیلات سے قاری آ گاہ ہوتا ہے۔تو دوسری طرف عملی زندگی کے لیے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ایک لائحہ عمل اپنے سامنے پاتا ہے۔علاوہ ازیں واقعاتی انداز سے اخذ شدہ نتائج وعبر ذہن انسانی پر زیادہ گہرے نقوش چھوڑتے ہیں اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ عصر حاضر کی سیرت نگاری میں اس اسلوب کو اختیار کیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) اس حوالے سے ڈاکٹر سفیر اختر نے ایک فہرست مرتب کی ہے جو بہت جامع ہے۔ذیل میں فہرست نقل کی جاتی ہے۔

اردو:۔ نصیر الدین ہاشمی،''قدیم اردو (دکھنی) میں سیرۃ النبی کا ذخیرہ''، دکھنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی ،مضامین ،دلی: آزاد کتاب گھر (۱۹۶۳)،صفحات ۲۲۔۵۰، انور محمود خالد ، اردو نثر میں سیرت رسولؐ، لاہور، :اقبال اکادمی پاکستان (۱۹۸۹ء)،محمد مظفر عالم جاوید صدیقی، اردو میں میلاد النبی:تحقیق۔تنقید۔تاریخ،لاہور:فکشن ہاؤس (۱۹۹۸ء)

بلوچی و براہوئی۔ انعام الحق کوثر،''ذکر رسول بلوچی و براہوئی ادب کے آئینے میں''،فکر ونظر (اسلام آباد)، جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء،صفحات ۹۷۔۱۰۸،سرورکونین کی مہک۔بلوچستان میں،کوئٹہ: سیرت اکادمی بلوچستان (۱۹۹۷ء)

بنگالی:۔وفاراشدی،''بنگلہ زبان میں سیرت نگاری:'' سیارہ (لاہور)،شمارہ ۱۸، مارچ ۱۹۸۴ء

پشتو:۔ سعید اللہ قاضی ،''پشتو میں سیرت کی کتابیں''، الحق (اکوڑہ خٹک)، جون ۱۹۷۸ءصفحات ۳۷۔۴۵، جولائی ۱۹۷۸ء، صفحات ۳۵۔۴۲،ستمبر ۱۹۷۸ء،صفحات ۴۳۔۴۸، اکتوبر ۱۹۷۸ء،صفحات ۴۲۔۴۷

پنجابی:۔ سلیم خان گمی،'' پنجابی میں سیرت نگاری''، المعارف (لاہور)، دسمبر ۱۹۸۳ء،صفحات ۱۳۔۲۳

سندھی:۔ غلام مصطفیٰ قاسمی،''سندھ میں علم سیرت کی ابتداء اور ارتقاء''، المعارف (لاہور)، دسمبر ۱۹۷۹ ،صفحات ۵۔۱۲ (مکرراشاعت، جولائی۔ اگست ۱۹۸۵ء،صفحات ۲۲۵۔۲۳۲) ،کریم بخش خالد،''سیرت النبی ﷺ۔سندھ کے ادبی سرمائے کا جائزہ''، المعارف (لاہور)، اگست ۱۹۸۰ء،صفحات ۳۔۱۱،گل حسن لغاری،''سندھ میں علم سیرت کا ارتقاء'' المعارف (لاہور)، جنوری ۱۹۸۱ء ،صفحات ۳۔۱۰،میمن عبدالمجید سندھی،''آزادی کے بعد سندھ میں دینی

ادب کی اشاعت۔ سیرت پاک پر کتابیں''، درنگارشات سندھ، لاڑکانہ: سندھی ادبی اکیڈمی (۱۹۹۲ء) صفحات ۱۰۹۔۱۳۴

عربی: محمد یسین مظہر صدیقی، ''ہندوستان میں عربی سیرت نگاری: آغاز وارتقاء، تحقیقات اسلامی (علی گڑھ)، اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۴ء، صفحات ۳۶۹۔۳۸۱، محمد صلاح الدین عمری، ''ہندوستان میں عربی سیرت نگاری۔ ایک جائزہ''، تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) اپریل۔ جون ۱۹۹۷ء، صفحات ۳۴۔۴۸

فارسی: ''رحیم بخش شاہین'' کتاب شناسی فارسی سیرۃ النبی درشبہ قارہ'' دانش (اسلام آباد) شمارہ ۱۳، صفحات ۸۴۔۹۹ (دیکھیے: سفیر اختر، ڈاکٹر، برصغیر پاک و ہند میں سیرت نگاری دوسری صدی۔ بارھویں صدی ہجری) فکر ونظر (اسلام آباد)، شمارہ ۲۔ اکتوبر دسمبر ۲۰۰۰ء ص۔۴۱

(۲) غازی، محمود احمد (۲۰۱۰ء)، محاضرات سیرت، لاھور، الفیصل ناشران اردو بازار، ۲۰۰۷، ص ۲۰۳، ۵۳۲

(۳) صلابی، علی محمد، دکتور، سیرت النبی، مترجمین مولانا محمد یونس بٹ و دیگر، الریاض، مکتبۃ دارالسلام ۔۱۴۳۳ھ۔ عرض ناشر، ص۔۲۹

(۴) برصغیر کی سیرت نگاری کا تذکرہ دو کتب کے تذکرہ کے بغیر کبھی بھی مکمل نہیں ہوسکتا ان میں ایک تو علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی اور دوسری قاضی سلیمان سلمان منصور پوری کی رحمۃ للعالمین ہے دونوں کتب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے برصغیر اور عالم عرب میں مستند حوالہ کے طور پر جانی جاتی ہیں مگر فقہ السیر ۃ کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو واقعاتی سیرت نگاری سے دروس وعبر اور فقہی مسائل کا استنباط دونوں کتب میں نہیں کیا گیا اگرچہ علامہ شبلی نے روایات سیرت کی تنقیح اور مصادر و مراجع کے حوالے سے ایک بہت ہی عمدہ اور عالمانہ مقدمہ لکھا ہے جسے بعض حضرات نے فقہ السیر ۃ کی ہی ایک قسم قرار دیا ہے لیکن چونکہ وہ مقالہ میں فقہ السیر ۃ کی تعریف سے خارج ہے اس لیے علامہ کی کتاب کو شامل نہیں کیا گیا قاضی صاحب کی کتاب کو بھی اسی وجہ سے مندرجہ بالا فہرست میں شامل نہیں گیا۔ البتہ اس حوالے سے ایک اہم کتاب سیرت خاتم النبیین از مرزا بشیر احمد قادیانی ہے کتاب بہت عمدہ اور علمی نکات پر مشتمل ہے اس میں ایک طرف تو سیرت نگاری میں روایت و درایت کے اصول، روایات حدیث وسیرت میں بنیادی فرق اور سیرت نگاری وسوانح نگاری میں فرق جیسے امور سے بحث کی گئی ہے تو دوسری جانب سیرت کی تاریخی تفصیلات کے پہلو بہ پہلو بہت سے فقہی احکام اور اسباق ومصالح زیر بحث لائے گئے ہیں مرزا صاحب بوجہ انتقال صرف ۷ھ کے واقعات تک کتاب مکمل کر سکے، جو کہ تین حصوں پر مشتمل ہے، ۷ھ کے بعد کے واقعات کی ایک جدول رفہرست ''سیرت خاتم النبیین کے بقیہ حصہ کے مجوزہ عناوین'' کے تحت کتاب کے آخر میں موجود ہے جو کہ مرزا صاحب کی خود مرتب کردہ ہے جس میں بہت سے فقہی احکام (جن میں پالتو گدھے کا گوشت، درندوں کا گوشت، متعہ، استبراء، بیع، احکام مال غنیمت، ارض حرم اور غیر مسلموں کے ارض حرم میں

رہنے کے احکام، قانون قصاص، قانون لعان، سزائے رجم، عورت کی حکمرانی اور غزوہ حنین سے حاصل شدہ اسباق وغیرہ) کو زیر بحث لانے کا عندیہ دیا گیا ہے۔ کتاب اپنے مضامین ومباحث کے اعتبار سے نہایت مفید ہے چونکہ نامکمل ہے اور بہت سے فقہی احکام (جو کہ ''مجوزہ عناوین'' کی فہرست میں شامل ہیں) زیر بحث نہیں آئے اس لیے کتاب کو تفصیلی تعارف کے لیے منتخب نہیں کیا گیا ڈاکٹر محمود حسن کے مطابق ''منصور پوری کی رحمۃ للعالمین، میں رسول گرامی کی قرآنی سیرت اجاگر کی گئی ہے، شبلی کی سیرت النبی، میں حدیثی صفات کا مفصل بیان ہے، جب کہ زیر مطالعہ کتاب، سیرت خاتم النبیین، میں فقہی، منطقی اور کلامی بحثوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے تینوں کتابیں اپنی اپنی جگہ قابل مطالعہ ہیں'' (دیکھیے: الہ آبادی، محمود حسن، ڈاکٹر، سیرت خاتم النبیین۔ مرزا بشیر احمد قادیانی کی کتاب سیرت کا مطالعہ، تحقیقات اسلامی (علی گڑھ) جلد:۳۳۔ شمارہ:۴۔ اکتوبر۔ دسمبر۲۰۱۴ء ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ، ص ۲۷) موضوعاتی سیرت نگاری میں ڈاکٹر حمید اللہ (۲۰۰۲ء) کی دو کتابیں ''عہد نبوی کا نظام حکمرانی'' اور ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' فقہ السیر ۃ کے ادارتی وانتظامی پہلو سے جبکہ نبی کریم ﷺ کی معاشی زندگی'' از پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری فقہ السیر ۃ کے معاشی پہلو سے خاصی اہمیت ووقعت کی حامل ہیں۔

(۵) البتہ ملا معین الدین کی معارج النبوۃ (فارسی) کسی حد تک اس سے مستثنیٰ ہے۔ موصوف نے واقعات سیرت میں کہیں کہیں جبکہ واقعہ معراج میں خاص طور پر بہت سے لطیف اشارات اور بصائر وحکم بیان کیے ہیں۔ (دیکھیے: الہروی، ملا معین الدین (۹۰۷ھ)، معارج النبوۃ فی مدارج الفتوۃ، بمبئی مطبع محمدی، ۱۳۰۲ھ/۱۹۰۲۔۴/۷۹۔۱۹۴

(۶) محمد اکرام، شیخ، رود کوثر، لاہور، ادارۂ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، ۱۹۹۲ء، ص ۳۸۴

(۷) نظامی، خلیق احمد، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ص ۔۱۹۳

(۸) دہلوی، عبدالحق محدث، مدارج النبوۃ، عجرات، مرکز اہل سنت برکات رضا (س ن) ۳/۱

(۹) صحیح البخاری، کتاب العتق، باب من ملك من العرب رقيقا فوهب وباع وجامع وفدى وسبى الذرية، رقم الحدیث ۲۴۰۴

(۱۰) دہلوی، مدارج النبوۃ، ۱۵۸/۲

(۱۱) ایضاً، ۱۸۵/۲

(۱۲) ایضاً، ۱۹۵/۲

(۱۳) ایضاً، ۲۱۴/۲

(۱۴) ایضاً، ۲۳۳/۱/ المعجم الکبیر ۲۴۷/۲۴

☆ صاحب کفارہ کے خود محتاج ہونے کی صورت میں کفارہ کی رقم وطعام وغیرہ اپنی ذات واہل وعیال پر خرچ کرنے

کے حوالے سے فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ وقتی طور پر تو ایسا کر سکتا ہے لیکن کفارہ اس کے اوپر قرض ہے اور طاقت و وسعت حاصل ہونے کی صورت میں اس کی ادائیگی ضروری ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس کی محتاجی ہی اس سے ادائیگی کفارہ ساقط کر دیتی ہے۔ فقہاء کی آراء کے لیے دیکھئے۔ (شرح صحیح البخاری لابن بطال ۴/۴۷)

(۱۵) دہلوی، مدارج النبوۃ، ۴۲۳/۲

(۱۶) محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن خیر الدین السندی التتورائی ثم بھرامپوی ثم تتوی ۱۱۰۴ھ میں ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ محدث، فقیہ، سیرت نگار، ادیب اور شاعر تھے حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے بہت سی کتب کے مصنف تھے بذل القوۃ ان کی اہم کتاب سیرت ہے۔ ان کے حالات زندگی کے لیے دیکھیئے:

(i) الأعلام۔ ۱۲۹/۷

(ii) قانع، علی شیر، مقالات الشعراء (فارسی)، مرتب ,حسام الدین راشدی، حیدرآباد سندھ، سندھ ادبی بورڈ۔: ۱۹۵۷ء، ص: ۸۴۱

(iii) التتوی، محمد ہاشم بن عبدالغفور، (۱۱۷۴ھ) بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ، حیدرآباد، لجنۃ احیاء الادب السندی، ۱۳۸۶ھ، ۱۹۶۶م۔ ص ۴۰۔ ۸۹

(۱۷) التتوی، بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ۔ ص ۱۰۸۔ ۱۰۹/ شرح النووی۔ ۲۰۹/۹/ بہجۃ المحافل۔ ص ۱۴۸

(۱۸) ایضاً۔ ص ۱۵۱

(۱۹) ایضاً۔ ۱۵۸

(۲۰) ایضاً، ص۔ ۱۹۴

(۲۱) ایضاً، ص ۲۷۶

☆ امامۃ المفضول اہل تشیع اور اہل سنت کے ہاں اختلافی امر ہے اہل سنت اس کے جواز کے قائل ہیں جبکہ اہل تشیع میں سے بعض فرقے مفضول کی امامت کو حکمت و مصلحت کے تحت جائز قرار دیتے ہیں جبکہ کچھ فرقے صریحاً اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس حوالے سے، نیز امامت اور امام کی شرائط و صفات کے حوالے سے دیکھیئے

(i) الفصل فی الملل والاھواء والنحل۔ ۱۶۳/۴۔ ۱۶۷

(ii) ابن أبی الحدید، عزالدین أبی حامد عبدالحمید بن ھبۃ اللہ المدائنی (۶۵۶ھ)، شرح نہج البلاغۃ، بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴م ۱۳۶/۱۷۔ ۱۳۷

(iii) باقر المجلسی، الشیخ محمد (۱۱۱۱ھ)، بحار الانوار، بیروت، الأمیرۃ للطباعۃ والنشر و التوزیع،

۲۰۰۸ھ/۱۴۲۹ھ۔۲۵/۶۵۔۹۶

(۲۲) النتوی،بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ،۲۷۶

(۲۳) النتوی،بذل القوۃ۔ص۔۲۸۲/صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب کیف یکفن المحرم،رقم الحدیث،۱۲۰۸،

(۲۴) النتوی،بذل القوۃ۔ص۲۸۲،شرح صحیح البخاری لابن بطال ۔۲۶۱/۳/شرح النووی ۱۲۶/۸/زادالمعاد۔ ۴۸۴/۱

(۲۵) النتوی،بذل القوۃ۔ص۲۸۲،ص۲۶۲

(۲۶) ندوی،سید سلیمان (۱۹۵۳ء)، یادرفتگاں،کراچی،مجلس نشریات اسلام،۱۹۸۳ء،ص۲۵۳۔۲۵۴

(۲۷) تھانوی، اشرف علی،مولانا(۱۹۴۳ء)، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ، لاہور۔مکتبہ رحمانیہ س۔ن۔ ص۔۶

(۲۸) ایضاً،۷۔۸

(۲۹) یہ فصل حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کی کتاب شیم الحبیب کا ترجمہ ہے جس کو مصنف نے بعینہ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور مقدمہ میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرا رسالہ اس رسالہ کا ترجمہ ہے جو اس سے زائد ہے اس کا حکم ملحقات میں ہے۔تھانوی صاحب نے اپنی کتاب کی اکیسویں (۲۱) فصل اس رسالہ کے ترجمہ کے لیے مخصوص کی ہے اور اسے اپنی کتاب سے الگ کرنے کے لیے فصل کی بجائے وصل کا عنوان دیا ہے اور پچیس (۲۵) وصل کے ذریعہ آپ ﷺ کے شمائل واخلاق وعادات کا تذکرہ کیا ہے۔دیکھیئے :نشر الطیب ۔ص ۱۱۸۔۱۶۲

(۳۰) تھانوی، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ،ص۷۷۔۸۰

(۳۱) ایضاً،ص۔۸

(۳۲) ندوی ،سید سلیمان ، یادرفتگاں ،ص۳۶۲۔۳۶۵

(۳۳) داناپوری ،عبدالرؤف (۱۹۴۸ء)،اصح السیر ، لاہور، ادارہ اسلامیات ۔۲۰۰۹ء۔ص۔۲۷

(۳۴) داناپوری، اصح السیر ،ص۔۲۷

(۳۵) ایضاً،ص۔۲۷۔۲۸

(۳۶) ایضاً،ص۔۲۸

(۳۷) ایضاً،ص۔۱۵۶۔۱۶۰

(۳۸) ایضاً،ص۔۱۶۷

(۳۹) ایضاً،ص۔۲۰۰

(۴۰) ایضاً،۲۳۳

(۴۱) ایضاً،ص۔۲۴۶۔۲۴۸

(۴۲) ایضاً،ص۔۲۷۸۔۲۸۰

(۴۳) ایضاً،ص۔۳۳۹۔۳۴۵

(۴۴) ایضاً،ص ۴۱۶۔۴۱۸/عیون الاثر۔۳۱۸۔۰

(۴۵) مسنداحمد بن حنبل،رقم الحدیث۱۶۵۲۳،۴۲/۴

(۴۶) صحیح البخاری، کتاب الاجارۃ، باب استجار الرجل الصالح،رقم الحدیث،۲۱۴۲

(۴۷) دانا پوری،اصح السیر،ص ۴۱۶۔۴۱۹/زادالمعاد۵۸۲/۳/مدارج النبوۃ،۱۸۳/۱۔۱۸۴

(۴۸) کاندھلوی،محمد ادریس،مولانا(۱۹۷۴ء)،سیرۃ المصطفیٰ ،ترتیب وتدوین ،محمد سعد صدیقی، لاہور،مکتبۃ الحسن،(س ن)،دیباچہ ازمحمد سعد صدیقی،۲۲/۱ /انور محمود خالد،اردو نثر میں سیرت رسول ،ص ۶۴۷

(۴۹) ایضاً، ۳۳/۱۔۳۵

(۵۰) ایضاً،۱۷۴/۱/ عمدۃالقاری۶۲/۱

(۵۱) ایضاً،۱۷۸/۱عمدۃالقاری۶۲/۱

(۵۲) کاندھلوی،سیرۃ المصطفیٰ ،۱۷۸/۱/عمدۃ القاری۶۲/۱

(۵۳) ایضاً،۱۷۲/۱۔۱۸۰/بھجۃ النفوس ۸/۱۔۲۵/الروض الانف ۴۵۲/۱/عمدۃ القاری ۶۲/۱

(۵۴) ایمان ابوطالب اہل تسنن اور اہل تشیع حضرات کے درمیان ایک اختلافی امر ہے۔ یہاں مصنف کے عدم ایمان ابوطالب کے نظریہ اور اس سے اخذ شدہ مسائل بیان کرنے کا مقصد محض مصنف کے منہج واسلوب کا بیان ہے موصوف کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں۔

(۵۵) کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ، ۳۰۹/۱/ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ ، أبی عمر، الاستذکار، بیروت ،دارالکتب العلمیہ ، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۷،۳۶۷/۵/شرح صحیح البخاری لابن بطال ۳۸۰/۸

(۵۶) ایضاً،۳۹۹/۱/عمدۃ القاری۸۰/۱۲

(۵۷) ایضاً،۴۶۹/۱/فتح الباری۱۹۹/۳

(۵۸) ایضا،۱۱۸/۲

(۵۹) ایضاً،۲۵۶/۲۔۲۵۹

(۶۰) ایضاً،۳۳۹/۲

(۶۱) کاندھلوی،سیرۃ المصطفیٰ ،ایضاً،۳۹۵/۲۔۴۰۰/الروض الانف۵۴/۴/فتح الباری ۴۱۸/۹

(۶۲) ایضا،۴۲۰/۲۔۴۲۲/شرح النووی۱۰۸/۱۲/فتح الباری۲۲۳/۸/رگ ۱۴/۵

(۶۳) ایضاً،۳/۲۴۶

(۶۴) ایضاً،۳/۳۰۷۔۳۱۰/ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم ،أبوالعباس (۷۲۸ھ)، اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الجحيم، القاهرة، مطبعة السنة المحمدية، ۱۳۶۹ھ ص ۱۴۱۔۲۹۱/محمد طیب، قاری، اسلامی تہذیب وتمدن یعنی التشبہ فی الاسلام، لاھور، ادارۂ اسلامیات،۱۹۸۰ء،ص ۳۵۔۳۱۸

(۶۵) انور محمود خالد، اردو نثر میں سیرت رسول،ص ۶۵۱

(۶۶) اس حوالے سے دیکھیے : خالد مسعود(۲۰۰۳ء)، حیات رسول امی، لاہور، دارالتذکیر،۲۰۰۳ء،ص ۱۱۰

(۶۷) پھلواروی، شاہ محمد جعفر، مولانا، پیغمبر انسانیت، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ، ۲۰۰۶ء،ص ۵۳۔۵۴

(۶۸) پیغمبر انسانیت،ص ۱۸۶

(۶۹) ایضاً،ص۔۲۰۳

(۷۰) ایضاً،ص۔۳۳۶

(۷۱) ایضاً،۳۶۱

(۷۲) ایضاً،ص۔۴۵۱/بدائع الصنائع ۱۲۵/۷

(۷۳) ایضاً،ص۔۳۰۱۔۳۰۲

(۷۴) ایضاً،ص۔۴۷۱۔۴۷۲

(۷۵) ایضاً،ص۔۱۵

(۷۶) الازھری، پیر محمد کرم شاہ، (۱۹۹۸ء)،ضیاء النبی لاہور،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،۲۰۱۱ء،۳/۵۴۵۔۵۴۷/ زادالمعاد۳/۱۸۶

(۷۷) ایضاً،۴/۷۶

(۷۸) الازھری،ضیاء النبی،۴/۱۳۳/زادالمعاد۲/۱۵۱/عمدة القاری۱۰/۱۶۴

(۷۹) ایضاً،۴/۲۶۳۔۲۶۴

(۸۰) ایضاً،۴/۲۶۶/زادالمعاد۳/۳۰۶

(۸۱) ایضاً،۴/۲۶۷۔۲۸۳

(۸۲) ایضاً،۴/۲۷۴۔۲۹۵

(۸۳) ایضاً،۴/۳۰۲۔۳۱۷

(۸۴) ایضاً،۴/۳۸۸/فتح الباری ۷۵/۸

(۸۵) ایضاً،۴/۷۰۹۔۷۱۰

(۸۶) اس حوالے سے جن کتب کے تراجم کیے گئے ہیں ان میں:

(i) السیرة النبویة ـدروس وعبر.................. الدکتور مصطفی السباعی(۱۳۳۳ـ۱۳۸۴ھ)

(ii) فقه السیرة: .... محمد الغزالی(۱۹۱۷ءـ۱۹۹۶م)

(iii) فقه السیرة:.................الدکتور محمد سعید رمضان البوطی(۱۹۲۹ءـ۲۰۱۳ء)

(iv)السیرة النبویة الصحیحة.................الدکتور اکرم ضیاء العمری(پ ۱۹۴۲ء)

(v)المجتمع المدنی فی عهد النبوة ....الدکتور اکرم ضیاء العمری(پ ۱۹۴۲ء)

(vi)السیرة النبویة ـ عرض وقائع و تحلیل أحداث .... محمد محمد الصلابی(پ۱۹۶۳ء)

(vii)السیرة النبویة فی ضوء المصادر الاصلیه..................الدکتور مهدی رزق الله احمد

(viii)هذا الحبیبـ محمد رسول اللهﷺ یا محب.................. ابوبکر جابر الجزائری

ان کتب کے(اردو)عنوانات ،مترجمین، پبلشرز، مقام اشاعت اورصفحات بالترتیب درج ذیل ہیں

(i) مصطفی السباعی،الدکتور (۱۳۳۳ـ۱۳۸۴ھ)،سیرت نبوی، مترجم مزمل حسین فلاحی (علیگ)، لاہور، القمر انٹر پرائزز، ۱۹۸۹ءصفحات ۲۱۵

(ii) محمد الغزالی(۱۹۱۷ءـ۱۹۹۶م)،سیرت پیغمبر اسلام،مترجم ،ابومسعوداظہر ندوی، لاہورنشریات ،۲۰۱۰ء،صفحات ۴۱۵

(iii) البوطی،محمد سعید رمضان (۱۹۲۹ءـ۲۰۱۳ء)، دروس سیرت، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، لاہور،نشریات، ۲۰۰۷ء صفحات۶۵۲+ ضمیمہ۶۱)

(iv) اکرم ضیاءالعمری(پ۱۹۴۲ء)،سیرت رحمت عالم،مترجم،خدا بخش کلیار، لاہور،نشریات ۲۰۰۷ء،صفحات ۸۵۶

(v) اکرم ضیاءالعمری(پ۱۹۴۲ء/۱۳۶۱ھ)، مدنی معاشرہ (عہد رسالت میں)،مترجم،عذرانسیم فاروقی (م۲۰۰۴ء)، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ـصفحات ـ ۵۶

(vi) الصلابی،محمد محمد (پ۱۹۶۳ء)، سیرت النبی، مترجم محمد یونس بٹ ودیگر، مکتبہ دارالسلام،۱۴۳۳ھ،۳ جلدیں، ۷۷۶+۸۳۹+ ۷۴۴

(vii) مهدی رزق اللہ احمد،سیرت نبوی،مترجم، حافظ محمد امین، مکتبہ دارالسلام،صفحات۲ جلدیں۷۸۷ +۸۲۷

(viii) الجزائری، ابوبکر جابر، سیرت حبیب،مترجم ،آصف جاوید، لاہور، النورانٹرنیشنل ، ۲۰۱۱ءصفحات ۶۴۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆